۲۸

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصوص صریحہ سے ثابت شُدہ مسئلہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے

(فرمودہ ۲۶/اگست ۱۹۳۸ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ حجرات کی آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ[1] کی تلاوت کی۔ اس کے بعد فرمایا:-

''انبیاء کی بعثت کی غرض دُنیا سے اختلافات کو مٹانا اور صحیح عقائد لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ دُنیا کبھی افراط کی طرف چلی جاتی ہے اور کبھی تفریط کی طرف، کبھی بُغض ان کی گمراہی کا موجب ہو جاتا ہے اور کبھی حد سے زیادہ محبت خواہ وہ خدا تعالیٰ کے نبیوں سے ہی ہو۔ ان کی گمراہی کا موجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً چکڑالوی فرقہ کے لوگ ہیں یہ بظاہر خدا تعالیٰ سے حد سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے بعد کسی نبی کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے اپنی باتیں منوائے۔ وہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے جیسے ہی ایک آدمی تھے۔ ان کی باتیں اگر ہم نہ مانیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ اس طرح وہ ساری حدیثوں کو ردّ کر دیتے اور کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اس طرح نماز پڑھی ہے تو غلط پڑھی۔ قرآن کریم میں اس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

اب بظاہر اس عقیدہ کی تہہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کام کرتی نظر آتی ہے لیکن دراصل یہ اللہ تعالیٰ

کی حقیقی محبت نہیں بلکہ غلط محبت ہے اور اس کی وجہ سے کئی انسان ٹھوکر کھا گئے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلط محبت اختیار کی اور انہوں نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبی کی کیا ضرورت ہے اَب بظاہر اس عقیدہ کا منبع اور مبدأ محبتِ رسول ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہی انہوں نے یہ قرار دے دیا کہ اب کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس کا کیسا خطرناک نتیجہ نکلا کہ تیرہ سَو سال گزرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی مشیت نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دُنیا کی ہدایت کے لئے اپنا ایک نبی بھیجے اور اس نے بنی نوع انسان کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے اپنا نبی بھیج دیا تو لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ محض اس عقیدہ کی وجہ سے اسے قبول کرنے سے محروم رہ گئے۔ حالانکہ بظاہر یہ عقیدہ محبتِ رسول کی وجہ سے اختیار کیا گیا تھا لیکن اگر وہ غلط محبت اختیار نہ کرتے تو انہیں وقت پر ٹھوکر نہ لگتی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مریدوں نے ان سے غلط محبت کی اور وہ ٹھوکر کھا کر کہیں کے کہیں چلے گئے۔ انہوں نے بھی یہ کہہ دیا کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ دوسری طرف انہوں نے یہ غلط رویہ اختیار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ساری عمر یہ کہتے رہے کہ مجھے نیک مت کہو نیک ایک ہی ہے جو آسمان پر ہے۔ مَیں آدم کا بیٹا ہوں اور مَیں ویسا ہی بشر ہوں جیسے تم مگر باوجود ان کے یہ بار بار کہنے کے ان کی جماعت نے کہہ دیا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں غلط کہتے ہیں۔ اصل میں یہ آدم کے بیٹے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ تو صحیح رویہ یہ ہؤا کرتا ہے کہ جو بات جس رنگ میں ہو انسان اسے اس رنگ میں ہی رکھے اور حد سے آگے نہ بڑھائے۔

غرض یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کبھی غلط محبت پیدا ہوگی اس کے متعلق غلط اصول قرار دے دیئے جائیں گے اور وہ غلط اصول دُنیا کو کوئی فائدہ تو نہیں پہنچائیں گے البتہ یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ وہ کسی وقت خطرناک نقصان پہنچا دیں مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب تک خدا تعالیٰ کا کوئی سچا نبی نہیں آیا تھا اس عقیدہ نے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی نبی نہیں آسکتا دُنیا کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچایا۔ جو جھوٹے نبی آئے ان کے ردّ کرنے کے تو اَور سامان

قرآن و حدیث میں موجود ہی تھے مگر باوجود حضرت عائشہؓ اور دوسرے مجتہد صحابہ کے روکنے کے جب لوگ اس بارہ میں غلط عقیدہ پر مُصر رہے تو نتیجہ یہ نِکلا کہ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب جو شخص بھی دعویٔ نبوت کرے گا وہ دجّال اور کذّاب ہوگا اور اس کا یہ نقصان ہؤا کہ جب خدا تعالیٰ کا ایک نبی آیا تو ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ اس غلط عقیدہ کی وجہ سے اس کو قبول کرنے سے محروم رہ گئے۔ اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلط محبت اختیار نہ کی جاتی، اگر غلط اصول لوگوں کے دلوں میں قائم نہ کر دیئے جاتے تو یقیناً وہ ہدایت پا جاتے مگر چونکہ ان کے کانوں میں کَذَّابُوْنَ، دَجَّالُوْنَ، کَذَّابُوْنَ، دَجَّالُوْنَ کے الفاظ گونج رہے تھے۔ اس لئے جب خدا تعالیٰ کا ایک نبی آیا تو انہوں نے اسے ردّ کر دیا اور اس طرح وہ خود کذّاب اور دجّال بن گئے اور بجائے اس کے کہ کذّابون دجّالون کے الفاظ انہیں کسی کاذب مدعیٔ نبوت پر ایمان لانے سے بچاتے یہی الفاظ ان کے لئے ایک سچے مُدعی کو کذّاب اور دجّال قرار دینے کے محرک ہو گئے اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ یہ الفاظ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائے تھے مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور بھی تو الفاظ ہیں ان سب کو اکٹھا اپنے سامنے رکھ کر موازنہ کرنا چاہیئے تھا اور دیکھنا چاہیئے تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث سے بحیثیت مجموعی کیا نتیجہ نکلتا ہے مگر اُنہوں نے ایک حدیث کو لے لیا اور اس پر اتنا زور دینا شروع کر دیا کہ وہ لاکھوں کی گمراہی کا مؤجب ہو گئے۔

حدیثوں میں آتا ہے ایک صحابی کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کو تم اس کے مقام پر رکھو۔[۲] پس مؤمن کا فرض یہ ہے کہ وہ غلو نہ کرے کیونکہ جب کبھی کسی بات میں غلو کیا جائے گا اس کا آخری نتیجہ خرابی اور گمراہی ہوگا۔ اصل سچائی وہی ہوتی ہے جو خدا اور اس کا رسول بتاتا ہے اور کسی کا یہ ہرگز کوئی حق نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک رسول کے فیصلہ کے خلاف کوئی بات کہے یا ایک بات کو جس حد تک اس نے محدود قرار دیا ہے اس کو اس حد سے آگے نکال دے۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ میرے بعد چھبیس یا تیس دجّال ہوں گے۔ آپ نے یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ میرے بعد قیامت تک جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ دجّال ہوگا۔ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے کہ میرے بعد جھوٹے نبی بھی ہوں گے۔

بعض حدیثوں میں آپ نے چھبیس کی تعداد بتائی اور بعض میں تیس کی اور فرمایا کہ یہ دجّال اور کذّاب ہوں گے۔ پس ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص بھی جھوٹا دعویٰ نبوت کرے گا وہ کذّاب اور دجّال ہوگا مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب کوئی سچا نبی ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی سچے نبی کے آنے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ بعض جھوٹے مُدعیان نبوت کے پیدا ہونے کی اس میں خبر دی ہے۔ پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک حد مقرر کر دی اور فرمایا کہ میرے بعد بعض جھوٹے نبی بھی پیدا ہوں گے۔ بعض احادیث میں چھبیس جھوٹے مُدعیان نبوت کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے اور بعض میں آتا ہے کہ تیس جھوٹے مُدعی پیدا ہوں گے[۳] مگر بہرحال آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے مُدعی ہوں گے اور کذّاب اور دجّال ہوں گے اور اس میں کیا شُبہ ہے کہ جو شخص جھوٹا دعوئ نبوت کرے گا وہ ضرور کذّاب اور دجّال ہوگا۔ تو ہم اس کا انکار تو نہیں کرتے۔ ہم تو تسلیم کرتے ہیں کہ جھوٹا دعوئ نبوت کرنے والا کذاب ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک ایسا دعویٰ کرتا ہے جس کی خدا تعالیٰ نے اسے اجازت نہیں دی۔ پس وہ جھوٹ بولتا ہے اور جو شخص جھوٹ بولتا ہو وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں سے نہیں ہوسکتا اور جو اُمتِ محمدیہ میں سے ہی نہیں اور پھر وہ خدا تعالیٰ پر افترا بھی کرتا ہے وہ اگر کذّاب اور دجّال نہیں تو کذّاب اور دجّال اور کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ **مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا**[۴] کہ اس شخص سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرے۔ پس جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے الہام ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے کوئی الہام نہیں ہوتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ خدا نے اُسے نہیں کہا کہ تُو نبی ہے وہ مسلمان کیا وہ تو ایک ہندو سے بھی بدتر ہے، ایک عیسائی سے بھی بدتر ہے، ایک یہودی سے بھی بدتر ہے بلکہ ایک دہریہ سے بھی بدتر ہے۔ وہ اُمتِ محمدیہ میں کہاں ہوسکتا ہے؟ تو اُمتِ محمدیہ سے خارج ہو کر دعوئ نبوت کرنے والے ضرور کذّابون دجّالون ہوں گے مگر اس سے یہ کہاں سے نِکلا کہ کوئی سچا مُدعی بھی نہیں ہوسکتا اور اگر تمہیں کوئی سچا مُدعی ملے تو اسے بھی کذّاب اور دجّال قرار دے دو لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے یہ نقص اسی لئے پیدا ہؤا کہ مسلمانوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ بات اُس حد کے

اندر نہ رکھی جس حد کے اندر رکھنی چاہئے تھی۔ اگر مسلمان اس کو اس کی حد کے اندر رکھتے اور سمجھتے کہ اس میں محض جھوٹے مدعیانِ نبوت کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ کسی ایسے مُدعی کے آنے کے راستہ کو مسدود قرار نہیں دیا گیا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بعد کی نبوت بنا دے تو کبھی وہ فتنہ پیدا نہ ہوتا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر پیدا ہوا اور جس کی وجہ سے لاکھوں مسلمان خدا تعالیٰ کے ایک نبی کو قبول کرنے سے محروم رہ گئے۔

یہی غلطی ہمیشہ ٹھوکر کا موجب ہوا کرتی ہے اور اسی وجہ سے خلفاءِ اربعہ کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ مسائل کے متعلق جب آپس میں گفتگو ہوتی تو وہ صحابہؓ کی رائے معلوم کیا کرتے اور اُن سے دریافت کیا کرتے کہ انہوں نے اس بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا سُنا ہوا ہے تا خالی رائے اور عقلی قیاسات پر لوگ نہ جائیں بلکہ اس لمبے تجربہ پر جائیں جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پھر جب بہت سے صحابہؓ کی رائیں مل جاتیں اور وہ متفقہ طور پر یا ان کی اکثریت یہ بتاتی کہ انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فلاں مسئلہ اس طرح سُنا ہوا ہے تو اس پر متحد ہو جاتے اور اُن کے آپس کے اختلافات سب دُور ہو جاتے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اس میں بھی بعض دفعہ غلط فہمی ہو جاتی ہے مگر جب مختلف روایات جمع ہو جائیں تو فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور انسان دیکھ سکتا ہے کہ اکثر روایات کا اتحاد کس بات پر ہے۔ ورنہ ایک آدمی بعض دفعہ سمجھنے میں غلطی بھی کر جاتا ہے۔ بیسیوں مثالیں تاریخ میں ایسی ملتی ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں صحابہؓ جمع ہوتے۔ زیر بحث مسائل پر تبادلۂ خیالات کرتے اور بتاتے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس بارہ میں کیا سُنا ہوا ہے۔ ان روایات پر جو مختلف ہوتیں وہ تنقید کرتے اور اس تبادلۂ خیالات کے نتیجہ میں آخر صحابہؓ کی اکثریت تسلیم کر لیتی کہ فلاں بات صحیح ہے اور دوسرے کو غلطی لگی ہے یا بعض دفعہ وہ مختلف روایات سُن کر یہ کہتے کہ روائتیں تو دونوں درست ہیں مگر پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں کہا اور بعد میں آپ نے یوں فرمایا۔ تو صحابہؓ کی موجودگی میں اگر صحابہؓ کی گواہیوں پر مسائلِ مختلفہ کے تصفیہ کی بنیاد نہ اُٹھائی جائے تو انبیاء کی صحبت میں اُن کے ایک لمبا عرصہ رہنے کی کوئی غرض ہی نہیں رہتی۔ پھر تو چاہئے تھا

ایک لکھی لکھائی کتاب آسمان سے لوگوں کے لئے نازل ہو جاتی۔ نہ کوئی نبی آتا، نہ اس کا کوئی صحابی بنتا مگر جب ایک نبی آتا ہے اُس کے زمانہ میں لوگ اس پر ایمان لاتے، اس کی صحبت میں اپنی عمروں کا ایک لمبا عرصہ گزارتے، اس کی باتیں سُنتے اور اس کے فیوض سے مستفیض ہوتے ہیں تو اسی لئے کہ وہ آئندہ زمانہ میں لوگوں کی صحیح راہنمائی کر سکیں اور بتا سکیں کہ وہ نبی جس کی صحبت میں وہ رہے اس کا فلاں مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ تھا اس طریق پر جب کوئی نتیجہ نکالا جائے گا تو وہ بہت زیادہ سلجھا ہؤا ہوگا۔ اگر تو کسی مسئلہ کے متعلق صحابہؓ کا اتفاق ہوگا تو وہ تو بہرحال صحیح ہوگا کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے اجماع امت کبھی غلط نہیں ہوسکتا اور اگر ان کا کسی بات پر اتفاق نہیں ہوگا تو بھی ان کی روایات سُن کر لوگوں کے لئے اصل بات کا سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا کیونکہ ان کے صرف الفاظ نہیں ہوں گے بلکہ اپنا ایک تأثر بھی ہوگا اور تاثر بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم بعض الفاظ سُنتے ہیں اور ان سے ہمیں غلطی لگ جاتی ہے مگر ہماری طبیعت پر جو مجموعی اثر نبی کی صحبت کا ہوتا ہے وہ غلط نہیں ہوسکتا کیونکہ تاثر سُنت کا رنگ رکھتا ہے اور سُنت حدیث پر غالب ہے۔

مجھے اس مضمون کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ آج کے الفضل میں ایک ایسا مضمون شائع ہؤا ہے جو قطعی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے خلاف اور آپ کی تحریرات کے یقیناً مخالف ہے اور ہم لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہیں ہم جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں اپنے کانوں سے سُنی ہیں اور ہم جو ایک لمبا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے ہمارے علم بلکہ متواتر علم کے خلاف ہے اور اسی قسم کی باتیں ہیں جو آئندہ زمانہ میں خطرناک فتن پیدا کرنے کا مؤجب بن جاتی ہیں مثلاً دیکھ لو ہم مسئلہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ اب بالکل ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت آئندہ بھی دُنیا میں کوئی ایسا نبی بھیجے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتی ہو۔ جب ایسا ممکن ہے تو جو معیارِ نبوت پہلے انبیاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہی اس کے لئے بھی ہوگا کیونکہ معیار کے لحاظ سے تمام انبیاء برابر ہوتے ہیں

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام امتی نبی نہیں تھے مگر معیارِ نبوت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی تھا اور جن دلائل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے ثابت ہو سکتے تھے اُنہی دلائل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر کسی معیار پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے نہیں اُتریں گے تو اس معیار پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پورے نہیں اُتر سکیں گے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار لوگوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا مجھے منہاجِ نبوت پر پرکھو۔ اگر مَیں اس منہاج پر سچا ہوں تو مجھے سچا قرار دو اور اگر مَیں اس منہاج پر پورا نہیں اُترتا تو بے شک مجھے جھوٹا قرار دے دو۔[5] آپ نے یہ نہیں کیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوئی بات کرتا تو آپ فرماتے کہ موسیٰؑ تو پہلے نبی تھے مَیں امتی نبی ہوں یا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی کوئی مثال دیتا تو آپ فرماتے کہ وہ تو پہلے نبی ہوئے ہیں ان کا کیا ذکر کرتے ہو بلکہ آپ نے تسلیم کیا کہ چونکہ وہ نبی تھے اس لئے جو معیارِ نبوت ان پر چسپاں ہوتا ہے وہی مجھ پر بھی چسپاں کر کے دیکھ لو۔ بے شک آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع، آپ کی شریعت کی تشریح کرنے والے، آپ کے شاگرد اور آپ کے کامل غلام ہیں اور ایک قدم بھی آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بتائے ہوئے طریق سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے اور نبوت بھی آپ کو براہ راست نہیں ملی بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کی وجہ سے ملی مگر نبوت کے منہاج کے لحاظ سے آپ میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یا آپ میں اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام میں یا آپ میں اور دوسرے انبیاء میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ایک بات پہلے کسی نبی کو جھوٹا قرار دیتی ہے تو وہی بات آپ کو بھی جھوٹا قرار دے گی اور اگر ایک بات پہلے کسی نبی کی سچائی کی دلیل قرار پاتی ہے تو وہی بات آپ کی سچائی کی بھی دلیل قرار پائے گی چنانچہ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام وہ دلائل جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کے طور پر پیش کئے تھے اپنے اوپر چسپاں کئے ہیں۔ اب اگر آئندہ زمانہ میں بھی کوئی نبی آئے اور ہم اس کے آنے سے پہلے ایک غلط معیار قائم کر کے

لوگوں کے قلوب میں راسخ کر دیں تو یقیناً ہم ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی ٹھوکر کا موجب بن جائیں گے مثلاً کوئی شخص آج بیان کر دے کہ آئندہ ہندوستان میں کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور کل ہندوستان میں کوئی نبی آ جائے تو یقیناً اس نبی کے جتنے مُنکر ہوں گے ان تمام کا بارِ گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے یہ کہا تھا کہ آئندہ ہندوستان میں کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اس نے ایک ایسی علامت بیان کر دی تھی جو صحیح نہیں تھی اور جس سے لوگوں کو غلطی لگ گئی۔ پس اس وجہ سے آئندہ جو بھی ٹھوکر کھائے گا اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی جس نے ایک غلط بات لوگوں کے سامنے بیان کی ہوگی۔

وہ مضمون جس کے متعلق مَیں نے اشارہ کیا ہے وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق ہے کہ وہ قتل نہیں کئے گئے۔ یہ مولوی ابوالعطاء صاحب کا مضمون ہے اور چونکہ وہ صحابی نہیں ہیں اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سُننے کا موقع نہیں مِلا اس لئے ان کی طبیعت پر وہ اثر نہیں ہوسکتا جو اُن لوگوں کی طبائع پر اثر ہے جنہوں نے اپنے کانوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سُنیں۔ یقیناً بعد میں آنے والوں کا فرض ہے کہ خواہ وہ سلسلہ کے علماء میں سے ہی کیوں نہ ہوں ایسے مسائل کے متعلق سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کو دیکھیں پھر آپ کے صحابہ سے ملیں اور ان سے دریافت کریں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے اس مسئلہ کے متعلق اپنی طبائع پر کیا اثر رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کہیں فلاں مسئلہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کیونکہ رائے کے لحاظ سے ان کی بھی ایک الگ رائے ہوسکتی ہے۔

پس ان کا یہ فرض نہیں کہ وہ صحابہ کی رائے دریافت کریں بلکہ ان کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ پوچھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں اُنہوں نے فلاں مسئلہ کے متعلق کیا بات سُنی ہے اور ان مجالس کے ماتحت اُنہوں نے کیا اثر قبول کیا ہے۔ اگر بعد میں پیدا ہونے والے لوگ صحابہ سے فائدہ نہیں اُٹھائیں گے تو ایک ایسی غلط بنیاد قائم ہو جائے گی جو سلسلہ کے لئے آئندہ زمانہ میں نہایت خطرناک اور تباہ کُن نتائج کی حامل ہوگی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کے زمانہ مین ایسا ہی ہوا کرتا تھا اور میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے صحابہ کا بھی یہ فرض ہے کہ جب وہ کوئی ایسی بات دیکھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے خلاف ہو تو وہ اس کی تردید کریں اور اس بات پر زور دیں کہ اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فلاں بات اس طرح سُنی ہوئی ہے اور اب جو بات اس کے خلاف پیش کی جا رہی ہے وہ غلط ہے۔ بے شک بعض دفعہ کسی ایک صحابی کی رائے ردّ بھی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی بات کہی تو ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا یہ بات اس طرح نہیں اس طرح ہے کیونکہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے یہ بات آئندہ کسی کے سامنے بیان کی تو میں تجھے کوڑے ماروں گا۔ اگر تو نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے واقع میں یہ بات سُنی ہے تو کوئی گواہ لا۔ وہ اُس وقت تو خاموش رہے مگر دوسرے موقع پر وہ ایک اور صحابی کو بطور گواہ لائے اور اُنہوں نے بھی یہی بیان کیا کہ مَیں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فرماتے سُنا ہے۔ تب آپ نے فرمایا اچھا اب مَیں تمہاری بات مان لیتا ہوں[۶] مگر جب تک وہ کوئی گواہ نہیں لا سکا تھا آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ تمہاری اس بیان کردہ روایت کا کوئی اور گواہ نہیں مگر مَیں کہتا ہوں کیا اس وجہ سے صحابہ کو ڈر جانا چاہئے اور انہیں وہ بات بیان نہیں کرنی چاہئے جو اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے خود سُنی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے یقیناً صحابہؓ کا فرض ہے کہ جب وہ کوئی ایسی بات سُنیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء اور آپ کی تعلیم کے خلاف ہو تو وہ کھڑے ہو جائیں اور اپنی روایات بیان کرنا شروع کر دیں مگر وہ یاد رکھیں کہ اس کے بعد ان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہو جائے گی اور ان کا یہ حق ہرگز نہیں ہو گا کہ وہ اپنا خیال پیش کریں بلکہ ان کا فرض ہو گا کہ وہ وہی بات بیان کریں جو اُنہوں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنی ہو اور جس پر انہیں کامل یقین ہو۔

میرے پاس ایک دفعہ ایک دوست آئے اور اُنہوں نے علیحدہ مجلس میں قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر بیان کرنی شروع کر دی اور کہا کہ ان آیات کی یہ تفسیر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنی ہے۔ وہ آدھ گھنٹہ تک بیان کرتے رہے۔ کسی موقع پر مَیں نے

ان سے کہا کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات آپ نے اسی طرح سُنی ہے میرا یہ کہنا تھا کہ وہ رونے لگ گئے اور روتے چلے گئے یہاں تک کہ پانچ سات منٹ گزر گئے اس کے بعد بڑی مُشکل سے وہ کہنے لگے میرا حافظہ خراب ہے اور مَیں عالم نہیں ہوں۔ شائد مجھ سے ان باتوں کے سمجھنے یا بیان کرنے میں کوئی غلطی ہوگئی ہو۔ اس لئے اب مَیں آگے آپ کو کوئی بات نہیں سُناتا۔ مبادا مَیں کوئی غلط بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کردوں۔ بات ان کی معقول تھی اور پھر ان کا جو تقویٰ تھا وہ بھی مجھے پسند آیا کہ محض اتنی بات کا کہ کیا فلاں بات آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اسی طرح سُنی ہے اُن پر اس قدر اثر ہؤا کہ روتے روتے ان کی گھِگی بندھ گئی اور انہوں نے مزید تفسیر بیان کرنی بند کردی اور کہا کہ میرا حافظہ خراب ہے اور علم زیادہ نہیں۔ کہیں میں کوئی غلط بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب نہ کردوں۔ اُنہوں نے جو باتیں بیان کیں وہ بڑی معقول تھیں اور چونکہ بات لمبی تھی اس لئے ممکن ہے بعض باتیں انہیں بھول بھی گئی ہوں کیونکہ پون گھنٹہ یا گھنٹہ کی تقریر زبانی یاد نہیں رہ سکتی لیکن میری ایک ذراسی جرح پر وہ اتنے ڈر گئے کہ اُن کی گھِگی بندھ گئی اور انہوں نے کہا کہ میرے لئے خدا تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔ خبرے ؎ مَیں کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب کر گیا ہوں۔ پھر مَیں نے بہتیرا زور لگایا اور کہا کہ آپ کوئی اور بات بھی سُنائیں مگر اُنہوں نے کہا بات لمبی ہے کیا پتہ ہے مَیں صحیح طور پر اُسے یاد نہ رکھ سکا ہوں۔

غرض اُنہوں نے پھر مجھے کوئی بات نہ سُنائی اور اُٹھ کر چلے گئے۔ یہ ان کی احتیاط تھی جو اُنہوں نے اختیار کی ورنہ اصولی طور پر جس قدر باتیں تھیں وہ بیان کر چکے تھے اور اس میں بعض باتیں واقع میں نہایت پُر معارف تھیں اور قرآن کریم کے نئے نکات ان میں بیان کئے گئے تھے۔ تو احتیاط ضرور چاہیئے مگر احتیاط کے یہ معنے نہیں کہ یقینی طور پر انسان کو ایک بات معلوم ہو اور پھر وہ چپ کر جائے۔ محض اس لئے کہ وہ پڑھا ہؤا نہیں آخر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنہوں نے روایتیں بیان کی ہیں وہ کوئی بی۔اے یا ایم۔اے تو نہیں تھے۔ یقیناً ابوہریرہؓ کو اتنا علم نہیں تھا جتنا میر مہدی حسین صاحب کو ہے مگر احادیث کی کتابیں پڑھ کر دیکھ لو۔ ابوہریرہؓ

کی اتنی روایتیں آتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ تو ہماری جماعت میں صحابہ کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں ہم پڑھے ہوئے نہیں۔ بے شک ہم انہیں قرآن کریم کا درس دینے کے لئے نہیں کہتے کیونکہ ہم جانتے ہیں اگر وہ درس دیں گے تو کئی جگہ غلطی کر جائیں گے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جتنی بات اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنی ہوا ُسے دھڑلّے سے بیان کر دیں اور کسی شخص سے نہ ڈریں۔ اگر کوئی دوسرا صحابی اس کے مقابلہ میں کوئی اَور بات بیان کر دے تو اس میں ان کا کیا حرج ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور بری الذمّہ ہو جائیں گے اور دوسرے لوگ موازنہ کر کے ایک صحیح رائے پر پہنچ سکیں گے۔ حدیثوں میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں ایک صحابی کہتے ہیں مَیں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فلاں بات اس طرح سُنی ہے دوسرا کہتا ہے اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ اب خود ہی سوچو اس میں کسی کی کیا ہتک ہوگئی۔ دونوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اُس نے بھی اور اِس نے بھی بلکہ عقلمند کے نزدیک ان کی عزت بڑھ جائے گی کیونکہ وہ کہے گا انہوں نے دین پر اپنی عزت کو مقدم نہیں سمجھا بلکہ اسے صحیح بنیادوں پر قائم رکھنے کے لئے اپنی ایک رنگ کی ہتک کو بھی گوارا کر لیا۔ جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں ہماری جماعت کے صحابہ کا بھی یہی طریقِ عمل ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک واضح تعلیم کے خلاف کوئی قدم اُٹھاتا ہے تو ان کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ بتا دیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا سُنا ہوا ہے تا جماعت کسی غلطی کا شکار نہ ہو جائے۔ اگر وہ ایک متفقہ بات جماعت کے سامنے پیش کریں گے یا ایک ایسی بات پیش کریں گے جس پر ان کی اکثریت متفق ہو گی تو خدا تعالیٰ کے حضور بہت بڑا اجر پائیں گے اور اگر اُن میں سے کوئی شخص حافظہ کی کمزوری یا علم کی کمی یا کسی اور نقص کی وجہ سے کوئی بات صحیح طور پر بیان نہیں کرے گا اور صحابہ کی اکثریت اس کی بات کو ردّ کر دے گی تب بھی وہ خدا تعالیٰ سے کہہ سکے گا کہ اے خدا مَیں نے تیرے مسیح سے جس رنگ میں بات سُنی اور جس رنگ میں میرے حافظہ میں محفوظ تھی وہ مَیں نے لوگوں تک پہنچا دی تھی اور یقیناً ایسی حالت میں اگر وہ غلط بات بھی کہے گا تب بھی اسے ثواب ملے گا۔ کیونکہ خدا کہے گا تم نے میرے دین کے جھنڈا کو اونچا رکھنے کی کوشش کی ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ایک امت کو اس

کے قریب ترین عہد میں غلط راستہ پر جانے دے۔ یقیناً اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے گا جو صحیح نہیں ہوگی تو خدا تعالیٰ دو اَور صحابیوں کو کھڑا کردے گا جو صحیح بات بیان کرکے اس کی غلطی کو واضح کردیں گے۔

پھر مجھے ''الفضل'' پر بھی تعجب آتا ہے ''الفضل'' سلسلہ کا آرگن ہے اور ''الفضل'' کے ایڈیٹر گو عالم نہ ہوں مگر خدا تعالیٰ نے ان کو دماغ دیا ہؤا ہے۔ کیا اُن کا یہ فرض نہیں تھا کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصوص صریحہ پیش ہو جانے کے بعد کسی شخص کا مضمون نہ لیں۔ چاہے وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو ''الفضل'' کے ۲۶ رجون کے پرچہ میں نصوصِ صریحہ کے ساتھ یہ بات ثابت کی جاچکی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قتلِ یحییٰ کے قائل تھے مگر اُن نصوص کے شائع ہونے کے دو ماہ بعد ایڈیٹر اُٹھتا ہے اور ایک اور مضمون شائع کردیتا ہے جو صراحتاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہے۔ محض اس لئے کہ وہ مولوی ابوالعطاء صاحب کا ہے جو سلسلہ کے نوجوان علماء میں سے سابقون میں نظر آرہے ہیں۔ حالانکہ مولوی ابوالعطاء کیا اگر اُس مضمون پر مولوی سیّد سرور شاہ صاحب یا میر محمد اسحاق صاحب یا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا نام بھی لکھا ہؤا ہوتا تو ''الفضل'' والوں کا فرض تھا کہ وہ کہتے تم سب شاگرد اور تابع ہو اپنے آقا کے۔ جب تمہارا آقا اور مطاع یہ کہتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے تو تمہارا کیا حق ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرو۔

''الفضل'' سلسلہ کا اخبار ہے۔ وہ اس لئے جاری نہیں کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کی تردید کی جائے بلکہ اس لئے جاری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اس کے ذریعہ دُنیا میں پھیلائی جائے اور گو یہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو دُنیا میں پھیلائے مگر جو شخص اسی بات کی تنخواہ لیتا ہو اس کی تو یہ انتہائی بددیانتی ہوگی اگر وہ دیدہ و دانستہ ایسا کرے اور سلسلہ کا کارکن ہوتا ہؤا کام وہ کرے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو ردّ کرنے والا ہو۔ ان کو تو مقرر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ ان باتوں کو شائع کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی اشاعت کرنے والی ہوں مگر وہ اپنے اخبار میں

ان باتوں کو بھی لے آتے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد کی تردید ہوتی ہے۔ مولوی ابوالعطاء الگ رہے اگر مَیں بھی کوئی مضمون بھیجوں اور الفضل والوں کو معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی نصّ صریح اس کے خلاف ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں سے وہ حوالہ نکال کر مجھے بھیج دیں اور کہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے اور آپ کا مضمون یہ ہے۔ اب کیا کِیا جائے؟ اس حوالہ کو دیکھنے کے بعد بھی اگر مَیں یہ کہوں کہ مضمون بیشک شائع کر دیا جائے اس حوالہ کا وہ مطلب نہیں جو تم نے سمجھا تو بیشک وہ مضمون شائع کر دیں۔ اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کے سامنے بری ہو جائیں گے اور اسے کہہ سکیں گے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں مین سے ایک حوالہ نکال کر انہیں بتا دیا تھا۔ پس اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ان پر ہے۔ ایسی حالت میں اگر اس حوالہ کے معنے کرنے میں مَیں غلطی کرتا ہوں تو مَیں ذمہ دار ہوں گا وہ نہیں ہوں گے لیکن اگر انہیں میرے مضمون کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی نصِّ صریح معلوم ہو اور وہ چپ کر کے بیٹھے رہیں اور مضمون شائع کر دیں تو مَیں بھی مجرم ہوں گا اور وہ بھی مجرم ہوں گے کیونکہ انہوں نے میری غفلت کو دور نہ کیا اور میرے علم میں وہ بات نہ لائے جو ان کے علم میں تھی۔ آخر یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اسی اخبار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصوص چھپتی ہیں۔ ایسی نصوص جو بالکل واضح ہیں اور جن سے علیٰ وجہ البصیرت یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے لیکن دو مہینہ کا وقفہ دے کر اخبار والے ایک اور مضمون چھاپ دیتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے صریح خلاف ہے۔ اگر یہ طریق ہمارے سلسلہ میں جاری ہو جائے تو وہ فتنے جنہوں نے صدیوں کے بعد پیدا ہونا ہے آج ہی اُٹھنے شروع ہو جائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام کتابیں پارہ پارہ ہو کر رہ جائیں اور جیسے یہود کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ [8] کہ تم نے خدا تعالیٰ کی کتاب کو ورق ورق کر دیا۔ ویسے ہی آدمی ہم میں بھی پیدا ہو جائیں۔ ہم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صُحبت میں ایک لمبا عرصہ رہے اور ہم آپ کے پاس بیٹھنے والے ہیں۔ مَیں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی زبان مبارک سے باتیں سُنیں اور بار ہا سُنیں۔ پس میرے لئے کسی کی زبان سے یہ سُننا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کے قائل تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے ایسا ہی قابلِ تعجب ہے جیسے کوئی کہہ دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کے قائل تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور بجسد عنصری آسمان پر بیٹھے ہیں۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ متواتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہم نے یہ سُنا اور ایک رنگ میں نہیں بلکہ مختلف رنگوں اور مختلف پیرایوں میں سُنا اور اب ہمارے لئے یہ بات ماننی بالکل ناممکن ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قتلِ یحییٰ کے قائل نہیں تھے۔ پھر صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے سُننے کا سوال نہیں بلکہ ہم میں اس بات پر بحثیں ہوا کرتی تھیں اور ہم ہمیشہ اُس وقت کہا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس بات کے قائل تھے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی نبی قتل نہیں ہوسکتا اور ہم ہمیشہ آپ سے اس معاملہ میں بحث کیا کرتے اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے حوالہ جات نکال نکال کر دکھایا کرتے۔ آخر ۱۹۱۰ء کے قریب انہوں نے اقرار کیا کہ اب آئندہ کے لئے مَیں اس مسئلہ کو بیان نہیں کروں گا ورنہ پہلے آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ خطابیات ہیں جیسے علی گڑھ کے سیّد احمد خان صاحب کہا کرتے تھے کہ قرآن کریم میں بہت جگہ خطابیات کے طور پر باتیں بیان کی گئی ہیں مگر جب ہم نے متواتر حوالہ جات کو نکال نکال کر آپ کے سامنے رکھا اور کئی شہادتیں آپ کے سامنے اس امر کے متعلق پیش کیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی بات کے قائل تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں تو آپ نے اُس وقت فرمایا مَیں سمجھتا ہوں اب مجھے آئندہ کے لئے اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے مگر حضرت خلیفہ اوّل نے بھی اپنے دلائل کے ضمن میں یہ کبھی نہیں فرمایا تھا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا سُنا ہے۔ آپ فرماتے میرا علم یوں کہتا ہے مگر جب ہم نے ان پر یہ بات ثابت کر دی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس بات کے قائل تھے کہ بعض انبیاء شہید ہوئے ہیں تو پھر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا اب مَیں خاموش ہو جاتا ہوں اور آئندہ اِس کے متعلق کبھی

کوئی بات نہیں کروں گا۔☆

لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ہمیشہ اس بات کے قائل رہے ہیں کہ انبیاء قتل نہیں ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں ان کا یا کسی اور عالم کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک پٹھان نے کہہ دیا تھا خو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ پہلے اس نے کہیں کنز میں پڑھ لیا تھا کہ حرکت کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کے بعد ایک دن جب وہ حدیث پڑھ رہا تھا تو اس میں ایک حدیث ایسی آ گئی جس میں یہ لکھا تھا کہ نماز پڑھتے پڑھتے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حرکت کی۔ اپنا ایک نواسہ آپ نے اُٹھالیا۔ جب سجدہ میں جاتے تو اُسے اُتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اُسے پھر اُٹھالیتے۔ یہ پڑھتے ہی وہ کہنے لگا خو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ کنز میں لکھا ہے کہ حرکت سے نماز ٹوٹ جاتا ہے۔ اب نمازیں لانے والے محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تھے مگر آپ کی نمازیں توڑنے والا وہ پٹھان بن گیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں کسی کے قول کی کیا حیثیت ہے۔ قول وہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا ہو اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجالس میں متواتر یہ ذکر آتا رہا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔

آج ہی میں نے میر محمد اسحٰق صاحب کو بُلایا اور ان سے کہا کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک روایت یاد ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بارہا یہ ذکر ہوتا تھا کہ آپ سے پہلے ارہاص کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کو بھیجا اور یہ کہ مسیح اوّل اور مسیح موعود میں یہ بھی باہمی مشابہت ہے کہ جیسے حضرت مسیح کی خبر دینے والے

☆ مَیں خطبہ کے بعد آیا تو میری چھوٹی ممانی جو حضرت خلیفۂ اوّل سے قرآن کریم پڑھتی رہی ہیں اُنہوں نے کہا کہ مَردتو مَردرہے ہم عورتیں حضرت خلیفۂ اوّل سے جب حضرت یحیٰ علیہ السلام کے قتل نہ ہونے کا مسئلہ سُنا کرتی تھیں تو مجھے یاد ہے کہ ہم یہ کہا کرتی تھیں یہ مولوی صاحب کا عقیدہ ہے ہمارا عقیدہ نہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی روایت تو مجھے یادنہیں مگر یہ اثر ہمارا تھا کہ جماعت احمدیہ کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت یحیٰ قتل ہوئے۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید کئے گئے تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خبر دینے والے حضرت سید احمد صاحب بریلوی بھی شہید ہوئے اب یہ روایت مجھے اچھی طرح یاد ہے اور یہ صرف میری روایت ہی نہیں بلکہ بعض اور صحابہ کی بھی ہے۔ چنانچہ ابھی جبکہ میں جمعہ پڑھانے کے لئے آ رہا تھا ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں مجھے ایک رُقعہ دیا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مَیں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو مرتبہ مسجد مبارک میں فرمایا (گویا کہ مَیں اب بھی آپ کو بولتے سُنتا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کے تقابل کے طور پر قائم کیا ہے۔ سلسلہ موسویہ کے اوّل نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئے ہیں اور ان کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح سلسلہ محمدیہ کے بانی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا آخری خلیفہ (حضرت) مسیح موعودؑ ہے۔ پس ایسے سلسلہ کا اوّل نبی اور اس کا آخری خلیفہ قتل نہیں ہو سکتا ورنہ حق مُشتبہ ہو جائے۔ ہاں درمیان میں اگر کوئی نبی قتل ہو بھی جائے تو اس سے **لَوْ تَقَوَّلَ**[9] کے اصل پر کہ سچا نبی قتل نہیں ہوسکتا زد نہیں پڑتی۔

اور فرمایا کہ ایک امر تشبیہہ کا یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت یحیٰی علیہ السلام سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰؑ سے پیشتر قتل ہوئے اسی طرح میری بعثت یا آمد سے پیشتر حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی شہید ہوئے۔

پھر فرمایا کہ حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی اور اسمٰعیل شہید میرے لئے بطور ارہاص تھے۔ جیسے حضرت یحیٰیؑ حضرت عیسیٰؑ کے لئے بطور ارہاص تھے۔

یہ بعینہٖ وہی روایت ہے جو مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے سُنی اور یہ بھی میرے کہنے پر نہیں بلکہ اپنے طور پر اُنہوں نے لکھ کر مجھے بھیجی ہے۔ جب صبح میں نے میر محمد اسحٰق صاحب سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے مجھے روایت تو کوئی یاد نہیں لیکن یہ میں کہہ سکتا ہوں کہ شروع سے یہی عقیدہ سمجھتے آئے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل کا بیشک پہلے یہ خیال تھا کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید نہیں ہوئے اور آپ اپنی مجالس میں بھی یہ بات بیان کیا کرتے تھے مگر بعد میں آپ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل وہی دلائل

دیا کرتے تھے جو مولوی ابوالعطاء صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں پیش کئے ہیں۔ آپ بھی فرمایا کرتے تھے دیکھو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۶ [1] کہ اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور سلامتی ہے جس دن فوت ہوا اور سلامتی ہے جس دن دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ شہید ہوئے ہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ جب حضرت خلیفہ اوّل نے یہی دلیل پیش فرمائی تو مجھے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی جب موقع لگے یہ آیت پوچھنا۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یہ آیت جا کر پیش کر دی اور عرض کیا کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے۔ مجھے اس وقت یہ یاد نہیں کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ کہا کہ اس بارہ میں مجھے حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ہے یا یہ نہیں کہا مگر ایک دوسری روایت جو اصحاب الکہف کے متعلق میں بیان کیا کرتا ہوں اس کے متعلق تو مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کر دیا تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے مجھے کہا ہے کہ مَیں آپ سے اس کے متعلق پوچھوں مگر آپ نے سُن کر فرمایا مولوی صاحب کی غلطی ہے۔ اصحاب الکہف تو میری جماعت کا نام بھی رکھا گیا ہے۔ اس لئے اس سے مراد کوئی مشرک جماعت نہیں ہو سکتی۔ (بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے معنے سمجھا دیئے جن سے دونوں معنے باہم مطابق ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی اور حضرت خلیفہ اوّل کے بھی) غرض مجھے یقینی طور پر یہ یاد نہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس اس دوسرے حوالہ کے بارہ میں یہ ذکر کیا یا نہیں کہ حضرت مولوی صاحب نے مجھے اس کے دریافت کرنے کے لئے کہا تھا۔ بہرحال میں گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے میں نے یہ آیت پیش کی اور عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں یا مَیں نے یہ کہا کہ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے اس پر آپ نے قرآن کریم منگوایا۔ یا قرآن کریم اس وقت مَیں ہی ساتھ لے کر گیا تھا اور اسے آپ نے کھولا اور سورۂ مریم میں سے یہ آیت نکال کر اس کے دوسرے حصے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اگراس کے یہی معنے ہیں تو اس دوسرے حصہ کے کیا معنے ہوں گے۔ وہ حصہ کونسا تھا جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ہاتھ رکھا، یہ مجھے یاد نہیں رہا۔ مَیں قیاساً کہہ سکتا ہوں کہ غالباً وہ آیت کا وہ آخری حصّہ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یحیٰؑ پر اس دن بھی سلامتی ہوگی **یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا** جس دن وہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ مطلب یہ کہ اگر آپ پر سلامتی ہونے کا یہی مطلب ہے کہ آپ قتل سے محفوظ رہے تو قیامت کے دن آپ پر سلامتی ہونے کے کیا معنے ہیں۔ کیا قیامت کے دن بھی آپ کے قتل کی کوئی دُشمن تدبیر کرے گا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی آپ کے لاحق حال ہوگی۔ آخر اگر سلامتی کا اس جگہ یہی مفہوم لیا جائے کہ دُشمن کی تدابیرِ قتل کا اس میں ردّ ہے تو اس کے معنے یہ بنیں گے کہ جس دن حضرت یحیٰ پیدا ہوئے اس دن بھی وہ قتل سے محفوظ رہیں گے۔ جس دن وہ فوت ہوں گے اس دن بھی وہ قتل نہیں ہوں گے اور جب قیامت کے دن جی اُٹھیں گے تو اس دن بھی قتل نہیں ہوں گے۔ اب کیا قیامت کے دن بھی وہ قتل ہو سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے متعلق **یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا** پر بھی سلامتی کا وعدہ کرنا پڑا۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان معنوں کو ردّ کیا اور فرمایا کہ اس کے یہ معنے غلط ہیں۔ پس گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس وقت جو دلیل بیان فرمائی وہ مجھے یاد نہیں مگر میں قیاساً کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا اشارہ **وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا**﴿۱۶﴾ کے آخری حصہ کی طرف تھا۔ **سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ** کے متعلق تو پھر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نہیں مر جائیں گے بلکہ کچھ عرصہ دنیا میں زندہ رہیں گے۔ مگر **یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا** کے کیا معنے بنیں گے۔ کیا اس دن اور لوگ مارے جائیں گے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ خاص طور پر بچائے گا۔ جب اور لوگ بھی اس دن زندہ ہوں گے تو حضرت یحیٰ علیہ السلام کی زندگی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی خاص ندرت اپنے اندر کیا رکھتی ہے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تین مختلف زمانوں کو بیان کیا ہے مگر لوگوں نے غلطی سے اس کا مفہوم کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ دراصل انسانی زندگیاں تین ہوتی ہیں۔ ایک زندگی شروع ہوتی ہے انسانی پیدائش سے اور ختم ہوتی ہے انسانی موت پر۔ اس زندگی کو حیاۃ الدنیا

کہا جاتا ہے۔ دوسری زندگی موت سے شروع ہوتی اور قیامت تک قائم رہتی ہے۔ اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے اور اسی کے متعلق حدیثوں میں خبر دی گئی ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت کی طرف سے اس کے لئے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ کی طرف سے اس کے لئے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ گویا مرتے ہی انسان کو آرام یا عذاب ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مختلف قسم کی رحمتیں اور فضل اس پر نازل ہونے لگ جاتے ہیں اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو مختلف قسم کے عذاب اس پر نازل ہونے لگ جاتے ہیں۔ مگر اس کے بعد ایک تیسرا زمانہ ہے جسے قرآن کریم نے یوم البعث قرار دیا ہے اور جس دن کامل طور پر جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے یہ تین ابتدائی نقطے ہیں انسانی زندگی کے۔ پیدائش ابتدائی نقطہ ہے حیاۃ الدنیا کا۔ موت ابتدائی نقطہ ہے حیاۃِ برزخی کا اور یوم البعث ابتدائی نقطہ ہے اُخروی حیاۃ کا۔ یہ تین ابتدائی نقطے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یحییٰ کے تینوں نقطہ ہائے حیات میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اس کی پیدائش پر بھی ہماری طرف سے سلامتی نازل ہوگی اور وہ زندگی بھر اس سے متمتع ہوتا رہے گا۔ پھر جب اس نے وفات پائی تو پھر بھی اس پر سلامتی نازل ہوگی اور وہ عالمِ برزخ میں بھی سلامتی سے حصّہ پائے گا اور اس کے بعد جب یوم البعث آئے گا تو اس دن پھر اس پر سلامتی نازل ہوگی اور وہ اخروی حیاۃ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت رہے گا۔ یہ تین ابتدائی مرتبے انسانی زندگی کے ہیں جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔ قتل کا یہاں ذکر ہی کہاں ہے۔ اگر کہیں قتل کی نفی ہوسکتی ہے تو وہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی قسم کے الفاظ اپنے متعلق استعمال کئے ہیں اور فرمایا ہے وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴿۳۴﴾[11] مگر وہاں بھی یہ معنے ہم اسی لئے لیتے ہیں کہ یہود ان کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ وہ لعنتی موت مرے ہیں اور اس کی دلیل یہ دیا کرتے تھے کہ تورات میں لکھا ہے جو صلیب پر لٹک کر وفات پاتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ پس چونکہ یہود ان کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ وہ لعنت کی موت مرے ہیں اور عالمِ برزخ میں عذاب دیئے جا رہے ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ صلیب پر

نہیں مَرے۔ پس اگر ہم وہاں یہ معنے کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مَرے تو اس کی ہمارے پاس دلیل ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں چونکہ یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ صلیب پر مَرنے والا لعنتی ہوتا ہے اور دوسری طرف ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے مسیحؑ کو مصلوب کر دیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی مگر یہاں تو اس قسم کا کوئی اعتراض نظر نہیں آتا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت کے ایسے معنے کئے جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں۔

مَیں جیسا کہ بیان کر چُکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم نے ہمیشہ یہ بات سُنی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ ممکن ہے حضرت خلیفۃ اوّل کی شاگردی کے لحاظ سے ابتدائی ایّام میں مَیں نے بھی کبھی کہہ دیا ہو کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے کیونکہ قرآن کریم مَیں نے حضرت خلیفہ اوّل سے ہی پڑھا ہے۔ گو مجھے یاد نہیں کہ مَیں نے کبھی ایسا کہا ہو لیکن یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے یہ آیت رکھی تو آپ نے ان معنوں کو غلط قرار دیا جو عام طور پر کئے جاتے ہیں اور فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ آپ نے اس کے متعلق مجھے یہ دلیل بتائی تھی۔ وہ جیسا کہ مَیں بتا چُکا ہوں مجھے یاد نہیں مگر مَیں اس وقت اس آیت کی تشریح کر کے بتا چُکا ہوں کہ اس میں قتل کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ اس میں تین زندگیوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ زندگی ہے جس کی پیدائش سے ابتداء ہوتی ہے، دوسری وہ زندگی ہے جس کی موت سے ابتداء ہوتی ہے اور تیسری وہ زندگی ہے جس کی یوم البعث سے ابتداء ہوتی ہے۔ پیدائش سے ابتداء دُنیوی زندگی کی ہوتی ہے۔ موت سے ابتداء برزخی زندگی کی ہوتی ہے اور یوم البعث سے ابتداء اخروی زندگی کی ہوتی ہے اور قرآن کریم سے یہ تینوں زندگیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان سب زندگیوں میں خدا تعالیٰ کی سلامتی کے نیچے ہیں۔ وہ دُنیوی زندگی میں بھی اس کی سلامتی کے مورِد رہے، وہ برزخی زندگی میں بھی اس کی سلامتی کے مورد ہیں اور وہ اُخروی زندگی میں بھی اس کی سلامتی کے مورد ہوں گے اور یہ سلام صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰؑ کے لئے نہیں آیا بلکہ سب مومنوں کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام میں آتا ہے

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [۱۲] یعنی جب تیرے پاس ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے لوگ آئیں تو ان کو ہمارا یہ پیغام دے دینا کہ تم پر سلام ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لئے اپنے آپ پر رحمت واجب کر لی ہے۔ یہ سلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ ان میں سے کئی شہید ہوئے۔ پھر سب مومنوں کی نسبت آتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ [۱۳] یعنی جن لوگوں کی روح فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔ فرشتے انہیں اس وقت یہ کہتے چلے جاتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ جاؤ اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ فرشتے مومنوں کی جان کئی طرح نکالتے ہیں۔ بعض کی شہادت کے ذریعہ سے نکالتے ہیں تو کیا اگر سلامتی کے معنے دُشمنوں کے ہاتھوں سے نہ مارے جانے کے ہیں تو یہ عجیب بات نہ ہو گی کہ دُشمن ان کو قتل بھی کر رہا ہو گا اور فرشتے ساتھ سلام سلام بھی کرتے جا رہے ہوں گے۔ گویا جو بات ہو رہی ہو گی اسی کی تردید کر رہے ہوں گے۔ اسی طرح سورۂ طٰہٰ میں آتا ہے وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى [۱۴] جو بھی ہدایت کے تابع چلے اس پر سلامتی ہے۔ اگر سلام کے معنے دُشمنوں کے قتل سے محفوظ رہنے کے لئے جائیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ کبھی کوئی مومن قتل نہیں ہوتا پھر سورۂ مائدہ میں مومنوں کی نسبت فرماتا ہے يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ [۱۵] یعنی قرآن کریم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کو جو خدا تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوتے ہیں سلام کے راستے دکھاتا ہے۔ اب اگر سلام کے معنے دُشمنوں کے ہاتھوں قتل نہ ہونے کے کئے جائیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ایسی زندگی بخشتا ہے کہ وہ کبھی دُشمن کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوتے۔ جو بِالبداہت غلط ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سلام ایک وسیع معنوں کا لفظ ہے۔ بعض موقعوں پر یقیناً اس کے یہ معنی بھی ہوں گے کہ دُشمن کے کسی حملے سے بچالے، بعض جگہ بیماری سے بچانے کے، بعض جگہ ناکامی سے بچانے کے معنے ہوں گے لیکن بغیر کسی زبردست قرینے کے ایک خاص معنے ایک عام لفظ کے کرنے اور اسے نص قرار دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو اس کے ماتحت کرنے کی

کوشش کرنا یہ درست نہیں ہے۔ غرض میری مراد یہ نہیں کہ سلامتی کے معنے قتل سے بچنے کے نہیں ہو سکتے۔ یقیناً ہو سکتے ہیں لیکن اس کے اور بھی بہت سے معنے ہو سکتے ہیں اس کے وہی معنے لئے جائیں گے جو خدا تعالیٰ کے نبی کے قول کے خلاف نہ ہوں گے۔ اس آیت میں نص سلامتی ہے نہ کہ قتل سے بچنا۔ اگر سلامتی کے معنے نصِّ قتل سے بچنے کے ہوں تو پھر لازماً اوپر کی آیات کے مخاطبین کو بھی قتل سے بچنا چاہئے اور لازماً قیامت کے دن بھی قتل کی کوئی صورتیں ممکن ہونی چاہئیں بلکہ جنت میں بھی کیونکہ اس کے لئے بھی سلامتی کا لفظ آتا ہے لیکن اگر جیسا کہ مَیں کہتا ہوں سلام کے کئی معنی ہو سکتے ہیں اور ہر موقع کے مناسب معنے اس کے کئے جانے ضروری ہیں۔ تب کسی آیت پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ہر جگہ کے مناسبِ حال سلام کے معنے کئے جائیں اور جب کسی لفظ کے کئی معنے ہوں تو ایک معنی کو لے کر اسے نص قرار دینا جائز نہیں اور جب کئی معنے ہوتے ہوں تو نبی کے ادنیٰ سے اشارہ کے بعد بھی ایسے معنے کرنے درست نہ ہوں گے جو نبی کے معنوں کو ردّ کر دیتے ہوں۔ ہاں وہ معنے درست ہوں گے جن کی موجودگی میں نبی کے معنے بھی قائم رہتے ہوں کیونکہ قرآن غیر محدود معارف رکھتا ہے اور نبیوں اور ان کی اُمتوں پر ہمیشہ اس کے وسیع معنے کھلتے رہیں گے۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔

پھر یہ بات بھی ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر سُنی ہے کہ دو قسم کے نبی کبھی قتل نہیں ہؤا کرتے۔ ایک وہ جو سلسلہ کے اوّل پر آتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک وہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے سلسلۂ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ باقیوں کے متعلق یہ کوئی شرط نہیں کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ یہ نہیں کہ وہ ضرور مارے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ان میں سے کوئی مارا جائے تو اِس سے اُسے جھوٹا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مَیں نے بھی متواتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ بات سُنی ہے اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری بھی یہی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ محمدیہ کو سلسلۂ موسویہ کے تقابل کے طور پر قائم کیا ہے۔ سلسلۂ موسویہ کا اوّل نبی حضرت موسیٰؑ ہوئے ہیں اور ان کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ اسی طرح سلسلۂ محمدیہ کے بانی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا آخری خلیفہ (حضرت) مسیح موعودؑ ہے۔

پس ایسے سلسلہ کا اوّل نبی اور اس کا آخری خلیفہ قتل نہیں ہوسکتا ورنہ حق مشتبہ ہو جائے۔ ہاں درمیان میں اگر کوئی نبی قتل ہو جائے تو اس سے لَوْ تَقَوَّلَ کے اصل پر کہ سچا نبی قتل نہیں ہوسکتا زد نہیں پڑتی۔

یہی مضمون مَیں نے بارہا سُنا ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ متواتر۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب اپنی تقاریر یا بحث مباحثہ میں ہم نے لَوْ تَقَوَّلَ والی آیت پیش کرنی ہوتی تو ہمیں متواتر یہ سبق دیا جاتا کہ یہ مت کہنا کہ جو نبی قتل ہو جائیں وہ جھوٹے ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا کہ جس مدعی کو دعویٔ نبوت کے بعد اُتنی مہلت ملے جتنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی وہ ضرور سچا ہوتا ہے۔ یہ معنے ہیں جو ہمیں متواتر بتائے جاتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ لَوْ تَقَوَّلَ کے یہ معنے نہ کرنا کہ جو مارا جائے وہ جھوٹا ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا کہ جو اتنی عمر پائے جتنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کے بعد پائی یا اس سے بھی زیادہ لمبی عمر پائے وہ کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ گویا لمبی عمر پانا سچے ہونے کی دلیل ہے۔ کسی نبی کا قتل ہو جانا جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں جس طرح انگریزی میں ہیمر (HAMMER) کرنا یعنی ہتھوڑے سے کُوٹ کُوٹ کر کسی چیز کو اندر داخل کرنا بولا جاتا ہے۔ اسی طرح بار بار ہمارے ذہنوں میں یہ بات ڈالی جاتی تھی اور ہمیں کہا جاتا تھا کہ اس سے یہ استدلال نہ کرنا کہ کوئی سچا نبی قتل نہیں ہوسکتا بلکہ یہ کرنا کہ دعویٔ نبوت کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم جتنی عمر اگر کوئی مدعی نبوت پالے تو وہ کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ گویا کسی مدعی کا لمبی عمر پانا اس کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔ کسی کا مارا جانا اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں۔

میر مہدی حسین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں وہ بھی لکھتے ہیں:

مَیں یہ بیان مؤکّد بہ قسم حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی نسبت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی مجلس میں سُنا ہے لکھ کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی بابت یہ سمجھنا چاہئے کہ سلسلہ کا اوّل اور آخر نبی قتل نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو تو کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور مصیبت حد سے بڑھ جاتی ہے۔ درمیانی انبیاء اور خلفاء اگر قتل ہوں تو اس قدر نقصان نہیں ہوتا۔

ابھی بعض اَور گواہیاں بھی میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے رہا ہوں

مگر یہ بات بہرحال یقینی ہے کہ ہم نے اس بات کو اتنے تواتر کے ساتھ سُنا ہے کہ اس میں شُبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوسکتی۔

مولوی ابوالعطاء صاحب نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی ایک شہادت بھی اپنے مضمون میں درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

بِالآخر مَیں جناب مولوی علام رسول صاحب راجیکی کے ایک تازہ خط کے مندرجہ ذیل اقتباس پر مضمون کو ختم کرتا ہوں جو یہ ہے:

''حضرت خلیفۂ اوّل ...... کا یہی عقیدہ تھا کہ کوئی نبی قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ مَیں شہادۃً بِاللہ لکھتا ہوں کہ مَیں نے اپنے کانوں سے ان کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے کہ مَیں چونکہ نبیوں سے بہت محبت رکھتا ہوں اس لئے مَیں بھی قتل سے محفوظ رہوں گا۔ شاید یہ بات انہوں نے کسی الہامی بشارت کی بنا پر کہی ہو یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مماثلتِ حفاظت پر قیاس فرماتے ہوئے''۔[16]

مَیں خود بتا چُکا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا یہی خیال تھا مگر جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے حوالہ جات نکال نکال کر آپ کو بتائے تو آپ نے فرمایا اب میں آئندہ کے لئے اس بات کو بیان نہیں کروں گا۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ مَیں نے حضرت خلیفہ اوّل کو وہ روایت سُنائی تھی یا نہیں جو ابھی مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بیان کی ہے اور جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اس آیت کا یہی مطلب ہے تو اس کے آخری حصّہ کا کیا مطلب ہؤا؟ ممکن ہے شرم کے مارے مَیں نے آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کا ذکر نہ کیا ہو مگر یہ مجھے یقینی طور پر یاد ہے کہ مَیں اور حافظ صاحب مرحوم متواتر آپ کو اس بارہ میں توجہ دلاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ جات دکھاتے اور روایات سُناتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے سابقہ عقیدہ سے رجوع کیا اور فرمایا آئندہ مَیں یہ بات بیان نہیں کیا کروں گا۔☆ پس یہ شہادت کسی پر حُجت نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص کو

☆ جمعہ کے بعد اس بارہ میں حافظ صوفی غلام محمد صاحب نے بھی اپنی شہادت بیان کی جو دوسری شہادتوں کے ساتھ الگ شائع کی جائے گی۔

اگر علم ہی نہ ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فلاں مسئلہ کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے یا آپ کی اس بارہ میں کیا رائے ہے تو وہ اگر لاعلمی میں کوئی بات کہہ دے تو اس سے اَور لوگ استدلال نہیں کر سکتے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ نبوت اور کفر واسلام وغیرہ مسائل کے متعلق بھی بعض جزئیات کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو پوری واقفیت نہیں تھی۔ پیغامیوں کا جب فتنہ اُٹھا اور اُنہوں نے ان مسائل کو غلط رنگ میں بیان کرنا شروع کیا تو بعض اجزاء کے متعلق بعض دفعہ آپ فرما دیتے ممکن ہے یہ بات یوں ہی ہو۔ مگر جب حوالہ جات نکال کر دکھائے جاتے تو آپ فرماتے ہاں اب بات میری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن اس مسئلہ کے متعلق جیسا کہ مَیں بتا چُکا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے صاف طور پر فرمایا تھا کہ اب مَیں آئندہ ایسی بات نہیں کہوں گا لیکن اگر بفرض محال ان کا یہ عقیدہ ہمیشہ رہا ہو تو بھی ان کی بات کو پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی بات کو ردّ کرنا ایسی ہی بات ہے جیسے اس پٹھان نے کہا تھا خو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ حضرت خلیفۂ اوّل چاہے کتنی بڑی حیثیت رکھتے ہوں۔ ایک نبی کے مقابلہ میں ان کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صاف طور پر مؤمنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ کہ اے ایمانداروں تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ پس اس آیت کے ماتحت تو ہم سمجھتے ہیں اگر حضرت خلیفۂ اوّل بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی بات کا انکار کر دیتے تو وہ ویسے ہی مجرم ہوتے جیسے دوسرے لوگ ہوتے مگر ہم جانتے ہیں انہوں نے انکار نہیں کیا اور اوّل المؤمنین ہوئے لیکن نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ اگر وہ منکر ہوتے تو پھر کیا ان کی کوئی حیثیت ہماری جماعت میں ہوتی۔ آخر خلیفہ کی نبی کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہوتی ہے۔ خلیفہ تابع ہوتا ہے اور نبی متبوع۔ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام میں بہت بلند مقام تسلیم کرتے ہیں مگر اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ اگر کل کو کوئی کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بات غلط ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے یوں کہا تھا تو یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان کو بلند کرنے والی نہیں بلکہ آپ کی شان کو گرانے والی ہوگی۔ خلفاء کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے نبی متبوع کے تابع ہو کر چلیں۔ اگر وہ ان کی تعلیم سے

باہر ہو کر کوئی بات کرتے ہیں تو ان کی کوئی ہستی ہی نہیں سمجھی جا سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ کے نبی کے مقابلہ میں کسی کی بات تسلیم نہیں کی جا سکتی خواہ وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام کتنا بلند ہے مگر آپ فرماتے ہیں اگر میرا الہام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے خلاف ہوتا تو مَیں اسے تھُوک کی طرح اُٹھا کر پھینک دیتا اور اس کی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی قدر نہ کرتا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے اور یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ آپ پر کوئی خلافِ قرآن الہام نازل ہوتا۔ پیغامی اس سے غلطی سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے الہامات کو کوئی وقعت نہیں دی اور آپ کے الہامات پر ایک ضعیف سے ضعیف حدیث بھی فوقیت رکھتی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جگہ اپنے الہامات کا غلط ہونا بیان نہیں کر رہے بلکہ قرآنی الہامات کی عظمت اور برتری کا ذکر فرما رہے ہیں اور لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ عظمت اور شان ہے کہ اگر میرے الہام خلافِ قرآن ہوتے تو مَیں انہیں تھُوک کی طرح پھینک دیتا یعنی کبھی ان کی بناء پر دعویٰ نہ کرتا اور اسے بلغم جتنی حیثیت بھی نہ دیتا۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے مولوی سیّد سرور شاہ صاحب کی ایک روایت کا بھی اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

> ''مَیں نے مندرجہ بالا مضمون بمبئی سے لکھا تھا۔ میرے ذہن میں فولادی میخ کی طرح یہ بات قائم تھی کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قتل انبیاء کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی تو بہرحال قتل نہیں ہوسکتا۔ درمیانی انبیاء میرے راستہ میں نہیں آئے اس لئے ان کا حال مجھ پر نہیں کھولا گیا۔ (ملخصاً)
>
> اس روایت کا صاف مطلب یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قتلِ یحییٰ علیہ السلام وغیرہ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں فرمایا لہٰذا اس سلسلہ میں تحقیق سے اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے تو اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قطعی فیصلہ کے خلاف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ روایت مَیں نے بارہا سُنی مگر یاد نہ رہا تھا کہ اس کے راوی کون بزرگ تھے۔ قادیان آنے پر معلوم ہوا کہ استاذی المکرّم

حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ سے مَیں نے یہ روایت سُنی تھی۔ انہوں نے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہاں میری موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مرتبہ یہی جواب دیا ہے۔ یہ قطعی اور یقینی بات ہے اور مَیں نے خود اسے بارہا بیان کیا ہے''۔

مَیں نہیں جانتا یہ روایت کیا ہے مگر کم سے کم چالیس پچاس لوگ ایسے گواہ ضرور ہوں گے جو یہ جانتے ہیں کہ جب پہلی دفعہ مولوی ابوالعطاء صاحب کا یہ مضمون چھپا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے تو مَیں نے ایک دن عصر کے بعد مولوی سیّد سرور شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر کہا ''الفضل'' میں مولوی ابوالعطاء صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے۔ حالانکہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بارہا سُنا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے تھے۔ اس پر مولوی سیّد سرور شاہ صاحب نے فرمایا مَیں نے بھی متعدد بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے یہی بات سُنی ہے۔ یہ بات کہیں علیحدہ نہیں ہوئی مجلس میں ہوئی۔ اُس وقت چالیس پچاس آدمی موجود تھے۔☆

اس کے بعد جب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے مولوی ابوالعطاء صاحب کے مضمون کی تردید میں بعض مضامین لکھے تو ایک دن عصر کے بعد مسجد میں ہی مَیں نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے اپنے مضامین کی آخری قسط میں جو یہ لکھا ہے کہ بعض لوگ اس قسم کے بے ہودہ خیالات رکھنے والے بھی دیکھے گئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر اپنے اوہام کو مقدم رکھتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی شارع نبی نہیں تھے اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ آپ شارع نبی نہیں تھے مگر جو لوگ اپنے اجتہادات کو حضور کے ارشادات پر ترجیح دیتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے وہ خود کیا شارع نبی ہوتے ہیں۔ یہ آپ نے کیوں لکھا اور آپ کو کیونکر پتہ لگ گیا کہ

☆ جمعہ کے بعد چوہدری محمد شریف صاحب ایم اے اور چوہدری غلام حسین صاحب آبادکار سرگودھا دو صاحبان نے گواہی دی کہ ہم اس مجلس میں موجود تھے۔ خود مولوی صاحب نے فرمایا کہ مَیں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ عقیدہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت یحییٰؑ قتل ہوئے ہیں۔

مولوی ابوالعطاء صاحب کو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم وضاحت سے بتائی جائے تو پھر بھی وہ آپ کا حُکم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ممکن ہے انہوں نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے عدمِ قتل کے متعلق جو کچھ لکھا ہو عدمِ علم کی وجہ سے لکھا ہو۔ پس آپ کو محض اصولی طور پر جواب لکھنا چاہئے تھا۔ یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام کو نہیں مانتا وہ ایسا ہوتا ہے پھر مَیں نے اس مجلس میں بھی ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہم نے بار ہا سُنا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اس پر مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب نے پھر کہا کہ واقع میں یہی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بار ہا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام قتل ہوئے ہیں۔ باقی رہی مولوی صاحب کی روایت۔ سو اس کا اصل مضمون سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ اوّل تو ممکن ہے مولوی صاحب کو غلط ہو گیا ہو کیونکہ یہ بات حضرت خلیفۂ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ ممکن ہے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پُرانی تحقیق کی بنا پر فرمائی ہو۔ اس کی وضاحت آپ پر نہ ہوئی ہو مگر یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ جب ہم نے حوالہ جات نکال کر دکھائے تھے پھر سوال یہ ہے کہ جن اُمور کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انکشاف ہؤا ہے وہ تو پھر وفاتِ مسیح وغیرہ چند ہی ہیں۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو حق ہونا چاہئے کہ جس مضمون میں چاہیں آپ سے اختلاف کریں۔ حکماً عدلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت آپ کا نام رکھا ہے۔ ہمارا تو نام نہیں رکھا۔ حق یہ ہے کہ ہر دینی مسئلہ کے متعلق جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہو۔ آپ کا ہر قول حجت ہے اور اس قول کو تو آپ خود حجت قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ جو حوالے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے دیئے گئے ہیں ان میں تو بالوضاحت یہ بات پائی جاتی ہے اور وہاں شک کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ روایات میں تو پھر بھی کسی حد تک شُبہ کا امکان ہوسکتا ہے مگر تحریرات میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بِالوضاحت اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے اور ان کے ہوتے ہوئے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہہ سکے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے۔

خدا کرے غلط ہی ہو مگر مجھ پر مولوی صاحب کا مضمون پڑھ کر یہ اثر ہؤا ہے کہ گویا انہیں اس بات کا غصّہ ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے ان کے مضمون کی تردید کیوں کی ہے اور اسی وجہ سے

انہوں نے بعض جگہ پر حوالہ جات پر بھی غور نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک حوالہ میری طرف اور علماءِ سلسلہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے درج کیا ہے جو اگر وہ غور کرتے تو ہرگز اس قابل نہ تھا کہ اس موقع پر اور اس طرح اسے درج کیا جاتا۔ مولوی ابوالعطاء صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جناب مولوی صاحب کے نزدیک کامیابی سے پہلے تو کوئی نبی قتل نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ کہنا کہ کوئی سچا نبی مطلق طور پر قتل ہو ہی نہیں سکتا یہ کُلّیۃً درست نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید نے وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ [17] میں یہ بتایا ہے کہ نبی قتل ہو سکتے ہیں اور فِی الواقع قتل ہوئے ہیں۔ مَیں نہایت ادب سے اپنے محسن اُستاد کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ شاید جناب کی نظر سے یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ کے وہ معنے اوجھل ہوگئے جو اس آیت کے احمدی علماء کی طرف سے سیدنا حضرت ......خلیفۃ المسیح الثانی اَیَّدَہُ اللّٰہ بِنَصْرِہٖ کی زیرنگرانی شائع ہو چکے ہیں۔ لکھا ہے: یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ بنی اسرائیل نبیوں کو قتل کرتے تھے......پس یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ سے یہ مراد نہیں کہ وہ فِی الواقع نبیوں کو قتل کرتے تھے......کبھی قتل کا لفظ صرف کوششِ قتل یا ارادۂ قتل پر بھی بولا جاتا ہے''۔ [18]

مولوی ابوالعطاء صاحب نے اس حوالہ کو نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مولوی صاحب کا یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ سے یہ استدلال کہ نبی قتل نہیں ہوسکتے درست نہیں۔ کیونکہ علمائے سلسلہ احمدیہ نے خلیفۂ ثانی کی نگرانی میں جو ترجمہ کیا ہے۔ اس میں ان معنوں کو ردّ کیا ہے اور یہ درست ہے کہ سلسلہ کے علماء نے ان معنوں کو اس آیت میں ردّ کیا ہے لیکن جب احقاقِ حق کی کوشش کی جائے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس یا اس حوالہ سے کیا نکلتا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اصل مضمون کیا ہے اور اسی حوالہ سے جو مولوی صاحب نے درج کیا ہے اصل مضمون پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ بنی اسرائیل نبیوں کو قتل کرتے تھے کیونکہ حضرت موسیٰ کے زمانہ تک کسی نبی کا قتل بنی اسرائیل سے ثابت نہیں''۔ [19]

اس دوسرے حصّہ سے ثابت ہے کہ علماء کے نزدیک صرف تاریخی بنیاد پر اس آیت کے یہ معنے کئے گئے ہیں کہ اس میں نبیوں کو قتل کرنا مراد نہیں بلکہ ان کے قتل کی کوشش مراد ہے کیونکہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو قتل نہیں کئے گئے اور اس سے اگلی عبارت میں گو نص نہیں لیکن اس طرف اشارہ ضرور موجود ہے کہ ترجمہ کرنے والوں کے نزدیک انبیاء کا مجرّد قتل ناممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک کسی نبی کا قتل ثابت نہیں۔ پس مولوی صاحب کا فرض تھا کہ اس حصّہ کو بھی آپ بیان کرتے کیونکہ یہ میدان مباحثہ نہ تھا جہاں کبھی دُشمن کو خاموش کرانا مقصود ہوتا ہے بلکہ اپنے اخبار میں احقاقِ حق کی کوشش ہو رہی تھی۔ اگر مولوی صاحب کو کسی اور نے اس طرح قطع و برید کر کے یہ حوالہ نہیں دیا تو یقیناً اس رنگ میں حوالہ نقل کرنا جائز نہ تھا۔ اگر علماء کا قول کوئی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو خاموش کرایا جا سکتا ہے تو پھر ان کا وہ خیال بھی تو سامنے آنا چاہئے تھا جو زیر بحث مسئلہ کے بارہ میں تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے بغیر قرآن نکال کر دیکھے عام تفسیری معنوں پر انحصار کر لیا اور یہ آیت بیان کر دی لیکن جیسا کہ ہم نے لکھا ہے اس جگہ قتل کے معنے قتل کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مُشَارٌ عَلَیہِم حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ یا ان سے پہلے کے نبی ہیں اور وہ بِالاتفاق قتل نہیں ہوئے۔

مفسرین نے اس امر پر غور نہیں کیا اور عام عقیدہ کے مطابق یہاں بھی لکھ دیا ہے کہ وہ نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ ہم نے اس فرق کو ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس آیت میں یہ معنے نہیں ہو سکتے کیونکہ اس وقت تک کسی نبی کا قتل ثابت نہیں مگر اس آیت کے علاوہ اور آیات ہیں جن پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا مثلاً آل عمران میں لکھا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ [20] اسی طرح اور مقامات میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ نبیوں کا قتل ایک اہم امر ہے اور عام طور پر ہم ایسے معنے کرنے کی طرف راغب رہتے ہیں جن سے اس مضمون کی وسعت کو محدود کیا جائے مگر جہاں خدا تعالیٰ کی گواہی ہو اُسے کیونکر ردّ کیا جا سکتا ہے۔

غرضیکہ ’’حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کسی نبی کا قتل بنی اسرائیل سے ثابت نہیں‘‘

کا صاف مطلب یہ تھا کہ بعد میں ایسے قتل ہوتے رہے ہیں مگر انہوں نے صرف وہ حصّہ نقل کر دیا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اس آیت میں قتل سے مراد حقیقی قتل نہیں۔ حالانکہ عبارت میں اشارہ موجود ہے کہ اس کے بعد کے زمانہ میں قتل انبیاء ثابت ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے ہم کہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کبھی کوئی اُمتی نبی نہیں ہوا تو کوئی شخص ہمارے ان الفاظ کو لے اُڑے اور کہنا شروع کر دے کہ صاف اقرار کر لیا گیا ہے کہ کبھی کوئی اُمتی نبی نہیں ہوسکتا۔ ہر شخص اسے کہے گا کہ یہاں تو یہ ذکر ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کبھی کوئی اُمتی نبی نہیں ہوا۔ یہ تم نے کہاں سے نکال لیا کہ بعد میں بھی کوئی امتی نبی نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہاں یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کسی نبی کا قتل بنی اسرائیل سے ثابت نہیں اور اَلنَّبِيّٖنَ سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام ہی ہو سکتے ہیں اور ان دونوں نبیوں کو بنی اسرائیل نے قتل نہیں کیا مگر اسے ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ طبیعت پر یہ اثر ہو کہ بنی اسرائیل نے کبھی کسی نبی کو قتل نہیں کیا۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہم نے یہ لکھا ہے کہ ''کبھی قتل کا لفظ صرف کوششِ قتل یا ارادۂ قتل پر بھی بولا جاتا ہے'' مگر سوال یہ ہے کہ کیا قتل کا لفظ واقعی قتل پر نہیں بولا جاتا۔ یقیناً قتل پر بھی یہی لفظ بولا جائے گا۔ مگر یہاں جو ہم نے اس کے معنے کوششِ قتل یا ارادۂ قتل کے کئے ہیں تو اس لئے کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہی ذکر تھا اور تاریخوں سے یہ امر ثابت ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔

پس چونکہ یہود اس وقت اپنے ارادۂ قتل میں ناکام رہے تھے اور اس آیت میں جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کے متعلق ہے۔ یَقْتُلُوْنَ کے الفاظ آتے تھے اس لئے ہم نے اس کے معنے کوششِ قتل یا ارادۂ قتل کے کئے لیکن یہ بات تو اُس وقت کے علم کی بنا پر لکھی گئی تھی۔ (حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کا یہ نوٹ اور یہ استدلال میرا ہی لکھا ہوا ہے) اب جو میرا علم ہے اس کی بناء پر مَیں کہہ سکتا ہوں کہ ممکن ہے اس وقت بھی یہود نے بعض انبیاء کو قتل کیا ہو کیونکہ تاریخ سے بعض شہادتیں اس امر کے متعلق ملتی ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام بھی شہید کئے گئے تھے اور یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگایا تھا کہ انہوں نے ہارون کی ترقی سے جل کر اسے قتل کر ڈالا ہے۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس وقت کے لحاظ سے بھی

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ کے یہی معنے ہوں گے کہ بنی اسرائیل نبیوں کو قتل کیا کرتے تھے۔ یہ معنے نہیں ہوں گے کہ وہ کوششِ قتل یا ارادۂ قتل کرتے تھے۔

ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری اور میر مہدی حسین صاحب کے علاوہ حافظ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد محلّہ دارالفضل کی بھی یہ شہادت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیحؑ سے اپنی مماثلت کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے اسی طرح مجھ سے پہلے سیّد احمد صاحب بریلوی شہید ہوئے۔

(اس موقع پر حضور کے ارشاد پر بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے حافظ محمد ابراہیم صاحب کی حسب ذیل شہادت بیان کی:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مشابہتیں پہلے مسیح کے ساتھ بیان فرما رہے تھے جس میں آپ نے فرمایا کہ گورنمنٹ برطانیہ بھی اسی طرح ہے جس طرح روما کی سلطنت حضرت مسیح کے زمانہ میں تھی۔ اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیحؑ سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کی گواہی کے لئے بھیجا۔ وہ بھی شہید کئے گئے۔ مجھ سے پہلے حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی کے ہم شکل تھے ان کو خدا نے میری گواہی کے لئے بھیجا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ یہ بھی ایک مماثلت میری مسیح کے ساتھ ہے''۔

پھر اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ سلسلہ کا پہلا نبی اور آخری نبی لوگوں کے ہاتھ سے بچایا جاتا ہے۔ درمیان میں اگر کوئی شہید بھی ہو جائے تو سلسلہ کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔)

مَیں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بارہا سُنا ہے کہ سلسلۂ موسویہ میں حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے بطور ارہاص حضرت یحییٰ علیہ السلام آئے اور وہ شہید کئے گئے۔ اسی طرح سلسلہ محمدیہ میں مجھ سے پہلے حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی بطور ارہاص آئے اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ یہ بھی میری حضرت مسیح ناصری سے ایک مماثلت ہے۔☆

☆ خطبہ درست کرتے ہوئے مجھے ایک اور روایت یاد آ گئی ہے جسے مَیں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بدبخت دو آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جو نبی کو

اِس وقت تو مَیں صرف انہی روایتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ایک مَیں نے اپنی روایت کا ذکر کیا ہے ایک ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری کی روایت کا، ایک میر مہدی حسین صاحب کی روایت کا اور ایک حافظ محمد ابراہیم صاحب کی روایت کا۔ میرا مقصد ان روایات کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ نوجوان علماء کا خواہ وہ علم میں کتنے ہی بڑھ جائیں ہرگز حق نہیں کہ وہ ایسے وسائل کے بارہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچتے ہوں انہیں بغیر ان لوگوں سے رائے لئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں ایک لمبا عرصہ ہے کوئی رائے قائم کریں اور اس پر لوگوں کو لانے کی کوشش کریں۔ ابھی ہمارا زمانہ ہے اور ہم وہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے تمام باتیں سُنیں۔ پس یہ ہمارا حق ہے کہ ہم جماعت احمدیہ کو یہ بتائیں کہ وہ کون سے امور ہیں جن پر انہیں اپنے عقائد کی بنیاد رکھنی چاہئے۔ دوسروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ہمارے تابع ہو کر چلیں اور اگر کسی بات میں انہیں اختلاف ہو تو اس کو اسی رنگ میں دور کرنے کی کوشش کریں کہ صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جمع کیا جائے اور ان سے دریافت کیا جائے کہ انہوں نے فلاں مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا سُنا ہے تا کہ اگر آیت کے معنوں میں اختلاف ہو تو صحابہ کی روایتوں سے فیصلہ کیا جائے اور جہاں کتابوں میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو پھر صرف صحابہ کی روایات اور ان کے تأثرات کو دیکھا جائے اور تحقیق کی جائے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس بارہ میں کیا سُنا ہوا ہے۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے اپنے مضمون میں ایسے حوالہ جات پر بنیاد رکھی ہے جن میں صرف اصولی طور پر ان باتوں کو بیان کیا گیا ہے اور انہوں نے ان اصولی امور کو لے کر یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے حالانکہ اصولی باتوں سے نتیجہ اخذ کرنا کبھی درست نہیں ہوتا اور اگر یہ درست طریق ہو تو پھر حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ[21]

(بقیہ حاشیہ) قتل کرے اور دوسرا وہ جو نبی کے ہاتھ سے مارا جائے اور اگر میرا حافظہ غلط نہیں کرتا تو یہ بات بھی مَیں نے اِسی کے ساتھ سُنی ہے کہ اِسی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا تا آپ کسی کی بدبختی کا موجب نہ ہوں۔ سوائے ایک موقع کے جب آپ نے صرف نیزہ چھُوا دیا تھا۔ گو خدا نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ شخص مَر گیا۔

کہ کوئی نماز سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نہیں ہوتی اس کے مطابق ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص رکوع میں آ کر جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کی وہ رکعت نہ ہو کیونکہ اس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی ہو گی۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ موجود ہے کہ باجماعت نماز میں رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں لکھا ہے لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ [۲۲] کہ قیامت کے روز نہ کوئی بیع ہو گی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ شفاعت ہو گی۔ حالانکہ قرآن کریم کے بعض اور مقامات میں اور احادیث میں بھی شفاعت کا ذکر آتا ہے تو بعض دفعہ ایک بات عام قاعدہ کے رنگ میں بیان کی جاتی ہے حالانکہ اس میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں اور جب عام قاعدہ کے علاوہ کسی استثنیٰ کا بھی صراحتاً ذکر موجود ہو تو پھر قیاس کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ اس طرح تو پیغامی بھی استدلال کر لیا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآن کریم کی سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى۔ [۲۳] اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی شخص بن باپ پیدا ہو سکے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو وہ کہتے ہیں دیکھو قرآن کریم میں صراحتاً یہ آیت موجود ہے کہ ہم مَرد اور عورت سے انسان کو پیدا کیا کرتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی بغیر باپ کے پیدا ہو جائے۔ ہم اس کے جواب میں یہی کہا کرتے ہیں کہ عام اصول تو یہی ہے مگر جب خدا تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کا استثناء بھی کر دیا اور اسی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو بن باپ تسلیم کیا تو وہ استثناء اس عام کُلّیہ میں شامل کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم ہمیشہ کہتے ہیں کہ ہر انسان کی دو آنکھیں اور دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ اب کوئی شخص کسی اندھے کو پکڑ کر ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر دے اور کہے تم جھوٹ بولتے ہو اس کی تو دو آنکھیں نہیں یا کسی لنجے کو پکڑ کر ہمارے سامنے لے آئے اور کہے تم کس طرح کہتے ہو ہر انسان کے دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ اس کے تو کوئی ہاتھ نہیں۔ تو ہم اسے یہی کہیں گے کہ جب ہم نے یہ کہا تھا کہ ہر انسان کی دو آنکھیں ہوتی ہیں یا ہر انسان کے دو ہاتھ ہوتے ہیں تو یہ فقرہ ہم نے اس استثناء کو تسلیم کر کے کہا تھا۔ تو اگر بعض مستثنیات ثابت ہوں تو کلیہ ہمیشہ مستثنیٰ کے تابع ہو گا نہ کہ مستثنیٰ کُلیہ کے تابع ہو گا۔

یہی غلطی کھا کر پیغامیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ کہتے ہیں قرآن کریم میں صاف لکھا ہے اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى ہم نے تم سب کو مَرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ جب ہر ایک کو مرد اور عورت سے پیدا کیا گیا ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے کس طرح پیدا ہو گئے۔ ہم ان کو یہی جواب دیتے ہیں کہ اگر کوئی استثناء ثابت ہو جائے تو پھر کلیہ اس مستثنیٰ کے تابع ہوگا اور وہ کُلّیہ اپنی ذات میں کوئی حیثیت نہیں رکھے گا بلکہ وہ کُلّیہ مستثنیات کے ساتھ ثابت ہوگا اور اگر کوئی استثناء نہ ہو تو پھر بیشک کُلّیہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہے گا۔ جیسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔[۲۴] اب یہ بالکل درست ہے اور ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں مگر ہم غیر احمدیوں سے کہتے ہیں تم یہ بھی تو دیکھو کہ آیا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثناء بھی کیا ہے یا نہیں۔ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نبی کی آمد کا استثناء کیا ہوا ہے جو آپ کی شریعت کا تابع ہو تو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے مطلقاً ہر قسم کی نبوت کے بند ہونے کا استدلال کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ تو خالی کُلّیے کوئی چیز نہیں ہوا کرتے بلکہ ان کے ساتھ مستثنیات کو بھی دیکھا جاتا ہے اور اگر مستثنیات ثابت ہوں تو پھر مستثنیات مقدم ہوں گے اور کُلّیے مؤخر ہوں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ کُلّیات دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک کُلّیہ سُنت اللہ کا ہوتا ہے اس میں اگر کوئی استثناء سمجھا جائے تو وہ کُلّیہ کے تابع کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔[۲۵] سنت اللہ میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس اگر سنتُ اللہ کا کسی اور بات سے اختلاف ہو جائے تو ہم کہیں گے استثناء کے اور معنے کرو اور سنتُ اللہ کو اپنی اصلی حالت پر قائم رہنے دو کیونکہ سنتُ اللہ کبھی نہیں بدلتی لیکن جہاں سنت اللہ نہ ہو وہاں استثناء مقدم ہوگا اور کُلّیہ مؤخر۔ اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ سارے انسان دو ہاتھ رکھتے ہیں اور پھر کہتا ہے کہ بعض اندھے بھی ہوتے ہیں، بعض لنجے بھی ہوتے ہیں تو پہلے کُلّیہ کو استثناء کے ساتھ مِلا کر ہمیں پڑھنا پڑے گا اور اگر ہم اس اصل کو مدّ نظر نہ رکھیں تو لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کے ماتحت یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رکوع میں آ کر شامل ہو جائے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فتویٰ موجود ہے کہ اس شخص کی جو رکوع میں شامل ہو رکعت

ہو جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا پہلے یہی عقیدہ تھا کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر رکعت نہیں ہوتی مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ نے یہ سُنا کہ رکعت ہو جاتی ہے تو آپ نے فرمایا اب مَیں نے اپنی رائے بدل لی ہے۔ پھر فرمایا کہ اب مَیں اس حدیث کے یہ معنے لے لوں گا کہ اگر کوئی شخص عمداً سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا یا نماز میں شامل نہیں ہوتا اور اس انتظار میں بیٹھا رہتا ہے کہ امام رکوع میں گیا تو مَیں شامل ہو جاؤں گا اس کی وہ رکعت نہیں ہوگی مگر جو شخص اتفاق سے ایسے وقت پہنچتا ہے جب کہ امام رکوع میں ہے تو چونکہ اس کی نیت یہی تھی کہ مَیں سورۂ فاتحہ پڑھوں اس لئے جب وہ رکوع میں شامل ہو گیا تو اس کی نیت اور مجبوری کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ وہ رکعت اس کے نام لکھ دے گا اور وہ ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسے دوسرے جنہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔

تو اگر کوئی کُلیہ بیان ہو اور دوسری جگہ بعض مستثنیات کا ذکر ہو تو مستثنیات کو شامل کر کے اس کُلیہ کو بیان کرنا پڑے گا جیسے مَیں نے بتایا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ کہ قیامت کے دن نہ بیع ہوگی نہ دوستی ہوگی نہ شفاعت ہوگی۔ حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ شفاعت کا مسئلہ درست ہے اور جاہل سے جاہل مسلمان بھی اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ قیامت کے دن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شفیع ہوں گے۔ حتّٰی کہ قرآن کریم بھی دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ وہاں شفاعت تو ہوگی مگر بِاِذْنِ اللہ ہوگی [26] اور حدیثوں میں تو نہایت تفصیل سے واقعۂ شفاعت کو بیان کیا گیا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن مَیں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا [27] اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ باقی انبیاء بھی اور ملائکہ بھی بلکہ مؤمن بھی شفاعت کریں گے اور جب سب شفاعت کر کے فارغ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے نبیوں نے بھی شفاعت کر کے اپنا حق لے لیا، میرے صدیقوں نے بھی شفاعت کر کے اپنا حق لے لیا، میرے شہیدوں نے بھی شفاعت کر کے اپنا حق لے لیا اور میرے نیک اور پاک بندوں نے بھی شفاعت کر کے اپنا حق لے لیا۔ اب صرف مَیں رہ گیا ہوں۔ آؤ مَیں بھی اپنے علم اور رحمت سے کام لوں اور وہ اپنا ہاتھ ڈال کر دوزخ سے نکال لے گا اور اس کے نکالے ہوئے باقی سب کی شفاعت والے لوگوں سے کئی گُنے زیادہ ہوں گے۔

یہ بھی آتا ہے کہ اس کا ذکر کر کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ کی مُٹھی کے بعد اور کیا رہ جائے گا۔ [۲۸] تو شفاعت جواتنا یقینی اور قطعی مسئلہ ہے اس کے متعلق بھی قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ کہ اس دن نہ کوئی بیع ہوگی نہ دوستی ہوگی نہ شفاعت۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شفاعت کو ردّ کر دے گا جو بغیر اذن کے کی جائے گی مگر جو شفاعت باذن اللہ ہوگی اس کو وہ قبول کرے گا کیونکہ اور مقامات پر اس کا ذکر آتا ہے۔ اسی طرح جہاں انبیاء کا قتل ممکن ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اسے ردّ نہیں کرتیں مگر جہاں وہ قتل ناممکن ہے جیسے سلسلہ کے اوّل یا آخر نبی کا قتل وہاں وہ تحریرات اسے ردّ کر دیں گی۔ بظاہر ہم دو ہی سلسلے سمجھتے ہیں ایک سلسلہ موسویہ اور ایک سلسلۂ محمدیہ لیکن جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار انبیاء آچکے ہیں تو ممکن ہے پچاس ساٹھ سَو یا دو سَو مختلف سلسلے چل کر ختم ہو چکے ہوں اور چونکہ الٰہی سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی قتل نہیں ہوتا اس لئے دو سَو یا چار سَو انبیاء ایسے نکل آئیں گے جو کسی صورت میں قتل نہیں ہو سکتے تھے۔ رہ گئے درمیانی انبیاء سو ان کے متعلق بھی یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو درمیان میں نبی آئے وہ ضرور قتل ہو۔ مطلب صرف یہ ہے کہ اگر درمیانی انبیاء میں سے کوئی قتل ہو جائے تو وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہ شہید ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق بھی ثابت ہے کہ وہ شہید ہوئے اسی طرح دوسری قوموں میں جو انبیاء آئے ہیں ان میں سے بھی بعض کے متعلق ان کی قومیں یہ تسلیم کرتی ہیں کہ وہ قتل ہوئے ہیں۔ ہندوؤں میں حضرت کرشن اور حضرت رام چندر جی یہ دو نبی ہوئے ہیں۔ مجھے اب صحیح طور پر یاد نہیں مگر ان میں سے بھی ایک کے متعلق بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ قتل ہوئے۔ حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق بہت سے زرتشتی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قتل ہوئے اور یہ امر تاریخ سے بھی ثابت ہے۔ پھر اگر سقراط کو اپنے وقت کا نبی سمجھا جائے جیسا کہ اس کے دعوؤں میں الہامی رنگ نظر آتا ہے تو وہ بھی قتل ہوا ہے۔ سقراط نے اپنے زمانہ میں شرک کے خلاف آواز اُٹھائی تھی اور اس نے ایسے ہی دعوے کئے تھے جیسے نبی دعوے کیا کرتے ہیں۔ جب اُسے کہا گیا کہ ان دعوؤں کو چھوڑ دو تو اُس نے جواب دیا اگر یہ عقلی بات ہوتی تو مَیں اسے ردّ کر دیتا

مجھے تو آسمان سے خدا تعالیٰ کی یہ آواز سُنائی دیتی ہے کہ بتوں میں کوئی طاقت نہیں اور تُو اس کے خلاف آواز اُٹھا اور تو ایک خدا کی پرستش کی لوگوں کو تعلیم دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی کوئی نبی تھے۔ بہرحال ایسے لوگ گزرے ہیں جنہیں ان کی قوموں نے نبی یقین کیا مگر تاریخیں کہتی ہیں کہ وہ قتل ہوئے۔ حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق تو یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ وہ شہید ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ایران کا ملک فتح ہوا اور بہت سے ایرانی قید ہوکر آئے تو اس وقت یہ سوال پیدا ہوا کہ ایرانیوں سے کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ کیا ان سے مشرکوں جیسا معاملہ کرنا چاہئے یا اہلِ کتاب جیسا۔ اس پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایرانیوں سے اہلِ کتاب جیسا سلوک کرنا چاہئے کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مقام پر جنگِ تبوک پر جاتے ہوئے بعض ایرانیوں سے ویسا ہی سلوک کیا تھا جیسے اہلِ کتاب سے کیا جاتا ہے اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اہلِ کتاب جیسا سلوک کیا تو اس کا صاف یہ مطلب تھا کہ آپ نے حضرت زرتشت علیہ السلام کو نبی تسلیم کیا اور حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کی وفات قتل سے ہوئی ہے۔

درحقیقت ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق اگر یہ زور دیتے ہیں کہ وہ قتل نہیں ہوئے تو دو وجہ سے۔ اوّل یہ کہ وہ سلسلۂ موسویہ کے آخری نبی تھے اور اس وجہ سے قتل ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ دوسرے یہود یہ چاہتے تھے کہ صلیب پر مار کر انہیں لعنتی ثابت کریں اور یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی نبی لعنتی ثابت ہو۔ پس اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے ورنہ درمیانی انبیاء میں سے بعض قتل ہوئے ہیں اور کسی نبی کا قتل ہونا ہرگز اس کے جھوٹے ہونے کی علامت نہیں ہوسکتی۔

مولوی ابوالعطاء صاحب کے تمام حوالے قریباً ایسے ہی ہیں جن میں اصولی رنگ میں بات بیان کی گئی ہے۔ صرف ایک حوالہ ایسا ہے جس میں ''اَور'' کا لفظ آتا ہے اور اس سے شُبہ پڑسکتا ہے کہ شاید حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے مگر جب قطعی اور یقینی حوالے ایسے موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں تو ہمیں اس حوالہ کو ان کے تابع کرنا پڑے گا اور سمجھنا پڑے گا کہ ممکن ہے اور کتابت کی غلطی سے لکھا گیا ہو یا یہ کہ اس کا کوئی

ایسا مطلب ہو جو ہم نہیں سمجھے (میں نے ابھی اصل کتاب نکال کر حوالہ نہیں دیکھا ممکن ہے اس کے دیکھنے سے مطلب حل ہو جائے) آخر کتابوں اور اخباروں میں کتابت کی بیسیوں غلطیاں ہوتی ہیں۔ اگر چند غلطیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں بھی ہوگئی ہوں تو ان سے قطعی اور یقینی حوالوں کو کس طرح ردّ کیا جاسکتا ہے۔ مَیں نے تو دیکھا ہے خطبہ جمعہ مَیں آپ درست کرتا ہوں مگر جب اخبار میں چھپ کر آتا ہے تو کتابت کی بیسیوں غلطیاں اس میں ہوتی ہیں۔ ایک دو غلطیاں تو ہمیشہ ہوتی ہیں اور بعض دفعہ بیس بیس غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ شاید اخبار والے خطبہ پڑھتے نہیں کہ باوجود میری اصلاح کے ان کے کاتب اس قدر غلطیاں کر جاتے ہیں یا پڑھتے تو ہیں مگر غلطیاں درست نہیں کی جاتیں۔ بہرحال کتابت کی کئی غلطیاں میرے خطبات میں بھی ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ میری نظر سے گزر چُکا ہوتا ہے اسی طرح ممکن ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر میں بھی کتاب کی غلطی ہوگئی ہو کیونکہ جب دوسرے یقینی اور قطعی حوالے ہمارے پاس موجود ہیں تو ہم اس ایک کی وجہ سے ان تمام حوالوں کو ردّ نہیں کر سکتے۔ بہرصورت جو حوالہ نہ سمجھ میں آئے اسے اکثریت کے تابع کرنا ہوگا۔

پھر صرف حوالوں کا سوال نہیں بلکہ ہم نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے سُنا کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید ہوئے تھے نہ ایک دفعہ بلکہ بار بار اور اب یہ بات ہمارے اس قدر ذہن نشین ہوچکی ہے کہ کسی صورت میں نہیں نکل سکتی۔ اگر ہم اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح ارشادات کے خلاف چلنے لگیں تو اور مسائل میں بھی تفسیر بالرائے کا غلبہ ہو جائے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا کام مخفی ہو جائے گا۔

کوئی ایک دفعہ کی بات ہو تو شُبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے مگر یہ بات تو ہم مسلسل اور متواتر سُنتے رہے ہیں کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید ہوئے ہیں اگر اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح ارشادات کو ہم اپنی قوتِ استدلال سے ردّ کرنے لگ گئے تو پھر احمدیت کا کیا باقی رہے گا۔

پس مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس امر کی طرف جماعت کے دوستوں کو توجہ دلا دوں۔ اصل مضمون کے متعلق بھی میں انشاء اللہ روشنی ڈالوں گا۔ فی الحال میں نے ایک تو اپنی گواہی پیش کر

دی ہے دوسری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہ کی گواہیاں پیش کی ہیں۔ ان تحریروں اور شہادتوں کے بعد کسی کا اپنے قیاس سے باتیں کرنا ہرگز درست نہیں ہوسکتا اور میرے نزدیک ''الفضل'' والوں نے قطعاً فرض شناسی سے کام نہیں لیا۔ ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس مضمون کو ردّ کر دیتے یا کم سے کم نظارتِ دعوۃ وتبلیغ کے پیش کرتے یا میرے پاس بھجوا دیتے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قطعی اور یقینی حوالے انہی کے اخبار میں شائع ہو چکے تھے تو اس کے بعد کسی مخالف مضمون کے درج کرنے کے معنے ہی کیا تھے۔ بیشک مولوی ابوالعطاء صاحب کے مضمون میں بھی بعض حوالے ہیں مگر وہ سب قیاسات اور استدلالات ہیں لیکن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے مضمون میں اس کے متعلق نصوص درج ہیں اور نصوصِ بیّنہ کے شائع ہو جانے کے بعد ہرگز الفضل کا حق نہ تھا کہ بغیر مشورہ کے اس مضمون کو شائع کرتا اور ادارۂ الفضل کو چاہئے تھا کہ ایسا مضمون میرے سامنے پیش کرتا اور اگر میرے سامنے انہوں نے پیش نہیں کیا تھا تو خود ہی ردّ کر دیتے مگر انہوں نے قطعاً فرض شناسی سے کام نہیں لیا۔

پس مَیں اس موقع پر یہ امر واضح کر دیتا ہوں کہ صحابہ کی موجودگی میں نئے علماء کو یہ ہرگز کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی طرف سے استنباط اور اجتہاد کریں۔ اگر دُنیا نے اپنے استنباط اور اجتہاد سے یہ کام لینا تھا تو کسی نبی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ہمارا حق ہے کہ اگر کوئی اختلاف ہو تو ہم اس کو نپٹائیں اور صحیح طریق جماعت کے سامنے پیش کریں اور نئے علماء کا بھی یہ فرض ہے کہ جب کوئی اختلافی مسئلہ سامنے آ جائے تو وہ اسے مجلس صحابہ کے سامنے پیش کریں۔ بیشک وہ خود اس امر کا اختیار نہیں رکھتے کہ صحابہ کی ایک مجلس قائم کریں مگر وہ سلسلہ کی وساطت سے ایسا کر سکتے ہیں اِن کا فرض ہے کہ وہ اختلافی مسئلہ میرے سامنے رکھیں۔ اگر مَیں اس کے متعلق ضرورت سمجھوں گا تو خود بخود صحابہ کو جمع کرلوں گا اور اس طرح جو بات طے ہوگی وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشا کے عین مطابق ہوگی۔ اگر ہم یہ طریق اختیار کریں تو آئندہ کے لئے بالکل امن ہو جائے گا اور کوئی ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوگا جو جماعت کی گمراہی کا مؤجب ہو لیکن اگر ہر شخص اپنے طور پر ایسے مسائل پر رائے زنی کرنا شروع کر دے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کُھلے حوالے موجود ہوں اور ایسا استدلال پیش کرے جو ان کو ردّ کرتا ہو تو

آئندہ نسلوں کے لئے بڑی مشکل پیش آئے گی اور وہ حیران ہوں گی کہ ہم کون سا مسلک اختیار کریں لیکن اگر نئے مسائل یا اختلافی مسائل ہمارے سامنے پیش کئے جائیں اور ہم اس بارہ میں اپنا فیصلہ نافذ کریں تو اگلے لوگ بہت سی گمراہیوں سے بچ جائیں گے کیونکہ ان کے سامنے وہ فیصلے ہوں گے جو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متفقہ ہوں گے یا ایسے فیصلے ہوں گے جن پر صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثریت کا اتفاق ہوگا اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے کوئی مسئلہ صاف ہو جائے تو پھر صحابہؓ کے فیصلوں کی ضرورت نہیں لیکن اگر کتابوں میں کوئی بات وضاحت سے نہ ملے یا اختلاف ہو جائے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی روایات اور ان کے ان تاثرات کو دیکھنا پڑے گا جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے رکھتے چلے آرہے ہیں اور جو سُنت کے قائمقام ہیں۔ روایات میں ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ الفاظ یاد نہیں رہتے مثلاً مجھے یہ تو یاد ہے کہ مَیں نے قرآن کریم کی یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے رکھی کہ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور میں نے کہا کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے مگر آپ نے ان معنوں کو غلط قرار دیا اور فرمایا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے مگر مجھے دلیل جو آپ نے بتائی یاد نہیں رہی۔

دوسری روایت مجھے یہ یاد ہے کہ آپ نے فرمایا سلسلہ کا صرف پہلا اور پچھلا نبی قتل نہیں ہوسکتا درمیانی انبیاء میں سے اگر کوئی قتل ہو جائے تو اس سے اس سلسلہ کی صداقت مشتبہ نہیں ہوسکتی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سلسلۂ موسویہ کی سلسلۂ محمدیہ سے ایک مشابہت یہ بھی ہے کہ جس طرح سلسلۂ موسویہ کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے اور ان سے پہلے بطور ارہاص حضرت یحیٰ آئے اس طرح سلسلۂ محمدیہ کے آخر میں مَیں آیا اور مجھ سے پہلے بطور ارہاص حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی آئے اور یہ کہ جس طرح حضرت یحیٰ علیہ السلام جو حضرت مسیحؑ سے پہلے آئے شہید ہوئے تھے اسی طرح سیّد احمد صاحب بریلوی جو مجھ سے پہلے آئے تھے شہید ہوئے۔ یہ دو روائتیں مجھے یقینی طور پر یاد ہیں۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے بتلایا ہے میری طبیعت پر اس زمانہ سے یہ اثر چلا آتا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے اور یہ اثر اتنا

پُختہ ہے کہ اب کسی کی زبان سے یہ سُننا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے ایسا ہی قابل تعجب ہے جیسے کوئی کہہ دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ موجود تھا۔ یہ میرا اثر کوئی معمولی نہیں بلکہ نہایت ہی زبردست ہے کیونکہ مَیں نے قرآن اُس استاد سے پڑھا ہے جس کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء قتل نہیں ہو سکتے۔

پس اگر یہ اثر مجھ پر نہ ہوتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں تو لازماً میں بھی اسی بات کا قائل ہوتا کہ کوئی نبی قتل نہیں ہوا کیونکہ مجھے حضرت خلیفہ اوّل جیسا استاد ملا تھا اور یہ قدرتی بات ہے کہ ایسے ماہرِ قرآن کی طرف سے جو سبق ملے وہ طبیعت سے نہیں اُتر سکتا مگر باوجود اس کے وہ کون سی چیز تھی جس نے مجھے اس عقیدہ کا قائل نہ ہونے دیا۔ وہ یہی چیز تھی کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تو اگر ہمیں ایک اشارہ بھی نظر آ جاتا تو حضرت خلیفۂ اوّل کی سَو دلیلیں بھی ہمارے لئے بیکار ہو جاتی تھیں بلکہ سَو کیا ہم کہا کرتے تھے حضرت خلیفۂ اوّل اگر دس ہزار دلیلیں بھی کیوں نہ دیتے چلے جائیں ہمیں پرواہ نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب ہمیں ایک ارشاد مِل گیا تو اب ہمارا عقیدہ تو وہی ہوگا اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

حضرت خلیفۂ اوّل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کم پڑھی تھیں اور مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے پاس بعض کتب کے پروف پڑھنے کے لئے بھجوا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے کہا حضور! مولوی صاحب تو یہ کام اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ میر مہدی حسین صاحب یہ کام خوب کرتے ہیں ان کا دیکھنا کافی ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہم تو اس لئے بھجواتے ہیں کہ مولوی صاحب کو فرصت کم ہوتی ہے۔ کتاب پڑھنی مشکل ہوتی ہے۔ آپ اسی طرح ہماری تحریرات سے واقف ہوتے جائیں گے۔ اور اس وجہ سے بعض دفعہ پرانی تحقیق کو آپ پیش کر دیا کرتے تھے اور بعض دفعہ آپ اجتہاد سے کام لے کر ایک فلسفیانہ رنگ اختیار کر لیتے تھے۔ مثلاً آپ نے ایک دفعہ ایک شخص کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت

دے دی تھی حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فتویٰ موجود ہے کہ کسی مکفّر، مکذّب یا متردّد کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کی یہ بھی عادت تھی کہ آپ اپنی اجازت کی تشریح بھی کر دیا کرتے۔ چنانچہ اس اجازت کے بعد اس شخص کا بھائی بھی آیا کہ مجھے بھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اُس وقت مَیں آپ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر اُسے فرمایا تمہارے بھائی کو تو ہم نے اس لئے اجازت دی تھی کہ وہ نماز پڑھتا ہی نہیں تھا۔ پس مَیں نے کہا جب وہ نماز پڑھتا ہی نہیں تو چلو اس اجازت کے ماتحت کم از کم اسے نماز پڑھنے کی عادت تو ہو جائے گی مگر ہم تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اگر اجازت لینا چاہتے ہو تو تم پہلے اپنے بھائی کی طرح بن جاؤ پھر ہم تمہیں بھی اجازت دے دیں گے تو یہ ایک حکیمانہ رنگ تھا اسے فتویٰ نہیں کہا جا سکتا۔

مَیں نے ابھی مولوی ابو العطاء صاحب کے پیش کردہ تمام حوالوں کو نہیں دیکھا مگر انہوں نے جو میرا حوالہ پیش کیا ہے اس میں چونکہ غلطی رہ گئی ہے ممکن ہے ان کے دیکھنے سے مضمون زیادہ کُھل جاتا۔ مَیں نے آج اس بارہ میں کئی اَور صحابہ سے بھی پوچھا ہے کہ انہیں اس مسئلہ کے متعلق کیا یاد ہے۔ میاں بشیر احمد صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی روایت تو یاد نہیں مگر اتنا یقینی طور پر یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہمارا یہی عقیدہ ہوا کرتا تھا کہ بعض انبیاء قتل بھی ہوئے ہیں مگر یہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے ایسا سُنا ہو۔ میر محمد اسحاق صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ مجھے کوئی حوالہ تو یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ ہمارا عقیدہ یہی ہوا کرتا تھا کہ بعض انبیاء قتل بھی ہوئے ہیں۔ پھر مَیں نے اپنی شہادت پیش کی ہے اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب، میر مہدی حسین صاحب اور حافظ محمد ابراہیم صاحب کی گواہیوں سے بھی یہی ثابت ہے۔ بعض اور صحابہ کو بھی مَیں نے خطوط لکھوائے ہوئے ہیں اور میرا منشاء ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق صحابہ کی روایتوں اور ان کے تاثرات کو جمع کر دوں☆ کیونکہ صحابہ مَرتے چلے جاتے ہیں اور اگر ہم نے جلدی توجہ نہ کی تو بعد میں کسی قیمت پر بھی ان باتوں کو حاصل نہیں کرسکیں گے۔ [۲۹] مگر بہرحال جب تک ہم لوگ زندہ

☆ خطبہ کے بعد اَور شہادات بھی ملی ہیں جو الگ شائع کی جارہی ہیں۔ منہ

ہیں یہ ہمارا حق ہے کہ ہم ان مضامین کے متعلق اُس علم کو پیش کریں جو ہم نے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا اور نئے علماء کا خواہ وہ علم میں ہم سے ہزاروں گنے زیادہ ہوں، یہ حق نہیں کہ وہ اس حصہ میں اپنے علم کو پیش کریں۔ ان تمام باتوں میں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی بات ثابت ہو ہمارا حق اور ہمارا کام ہے کہ ہم جماعت کی راہبری کریں اور دُنیا کا کوئی شخص ہمارے اس مقام کو ہم سے چھین نہیں سکتا اور اگر کوئی شخص یہ حق صحابۂ مسیح موعود علیہ السلام سے چھینے گا تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ صداقت ہمارے پاس ہے اور ہمارے کانوں میں ابھی تک وہ آوازیں گونج رہی ہیں جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست سُنیں۔ مَیں چھوٹا تھا مگر میرا مشغلہ یہی تھا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھا رہتا اور آپ کی باتیں سُنتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام کتابیں اب بھی مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے پڑھی ہوں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست ہم نے اس قدر مسائل سُنے ہوئے ہیں کہ جب آپ کی کتابوں کو پڑھا جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام باتیں ہم نے پہلے سُنی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ آپ دن کو جو کچھ لکھتے دن اور شام کی مجلس میں آ کر بیان کر دیتے اس لئے آپ کی تمام کتابیں ہم کو حفظ ہیں اور ہم ان مطالب کو خوب سمجھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء اور آپ کی تعلیم کے مطابق ہوں۔ بیشک بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو صرف اشارہ کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ تفصیلات کا ان میں ذکر نہیں اور اُن باتوں کے متعلق ہمیں ان دوسرے لوگوں سے پوچھنا پڑتا ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اُٹھائی ہے اور اگر ان سے بھی کسی بات کا علم حاصل نہیں ہوتا تو پھر ہم قیاس کرتے اور اس علم سے کام لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے مگر باوجود اس کے میرا اپنا طریق یہی ہے کہ اگر مجھے کسی بات کے متعلق یہ معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی تحریر اس کے خلاف ہے تو مَیں فوراً اپنی بات کو ردّ کر دیتا ہوں۔ اِسی مسجد میں ۱۹۲۲ء یا ۱۹۲۸ء کے درس القرآن کے موقع پر مَیں نے عرش کے متعلق ایک نوٹ دوستوں کو لکھوایا جو اچھا خاصہ لمبا تھا مگر جب مَیں وہ تمام نوٹ

لکھوا چُکا تو شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی یا حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ نکال کر میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ نے تو یوں لکھوایا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے مَیں نے اس حوالہ کو دیکھ کر اُسی وقت دوستوں سے کہہ دیا کہ مَیں نے عرش کے متعلق آپ لوگوں کو جو کچھ لکھوایا ہے وہ غلط ہے اور اسے اپنی کاپیوں میں سے کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ جو لوگ اُس وقت میرے درس میں شامل تھے وہ گواہی دے سکتے ہیں اور اگر ان کے پاس اُس وقت کی کاپیاں موجود ہوں تو وہ دیکھ سکتے ہیں کہ مَیں نے عرش کے متعلق نوٹ لکھوا کر بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اسے کاپیوں سے کٹوا دیا اور کہا کہ ان اوراق کو پھاڑ ڈالو کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مقابلہ میں بھی ہم اپنی رائے پر اڑے رہیں اور کہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی صحیح ہے اور اپنے نفس کی عزت کا خیال رکھیں تو اس طرح تو دین اور ایمان کا کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

پس یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حَکم عدل ہیں اور آپ کے فیصلوں کے خلاف ایک لفظ کہنا بھی کسی صورت میں جائز نہیں۔ ہم آپ کے بتائے ہوئے معارف کو قائم رکھتے ہوئے قرآن کریم کی آیات کے دوسرے معانی کر سکتے ہیں مگر اسی صورت میں کہ ان میں اور ہمارے معانی میں تناقض نہ ہو۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ہمارے لئے نئے معانی کرنے ناجائز ہیں بے شک تم قرآن کریم کے معارف بیان کرو اور ایک ایک آیت کے ہزاروں نہیں لاکھوں معارف بیان کرو۔ یہ سب تمہارے لئے جائز ہوگا اور ہمارے لئے خوشی کا مؤجب بلکہ اگر تم قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو سَو سَو جزو کی تفسیر بھی بنا ڈالو تو اگر وہ قابلِ قدر ہوگی ہمارے دل اس پر فخر محسوس کریں گے کیونکہ ہر باپ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بڑھ کر عالم ہو مگر یہ اسی صورت میں ہوگا کہ تمہارا کوئی استدلال اور تمہارا کوئی نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تعلیم کے خلاف نہ ہو اور اگر تم کسی آیت کے کوئی ایسے معنے کرتے ہو جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ردّ کیا ہے تو وہ معنے ردّ کئے جائیں گے لیکن آپ کی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے اگر تم بعض زائد مطالب قرآنی آیات کے بیان کر دیتے ہو تو وہ

مسیح موعود کا طفیل ہوگا اور آپ کی خوشہ چینی اور آپ کی متابعت کی برکت ہوگی جیسا کہ ہم جو کچھ بیان کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور آپ کی برکت سے ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے انبیاء جو آتے ہیں وہ کتاب اللہ کی ساری تفسیر خود تو نہیں کر جاتے وہ اپنے ماننے والوں کے اندر ایسا ملکہ پیدا کر دیتے ہیں کہ جس سے فائدہ اُٹھاتے اور اسے ترقی دیتے ہوئے وہ نئی سے نئی تفسیریں کر سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بھی بہت کم قرآنی آیات ہیں جن کی آپ نے تفسیر کی ہے اور جن آیات کی آپ نے تفسیر فرمائی بھی ہے ان میں سے بھی چند آیات ہی ایسی ہیں جن کے ایک سے زیادہ معارف آپ نے بیان کئے ہیں۔ ورنہ عام طور پر ایک آیت کے ایک معنے ہی آپ نے کئے ہیں۔ اب اگر ہم کسی آیت کے پانچ یا سات یا دس معنے بھی کر دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ بڑھ گئے یا آپ کے معانی کو ہم نے ردّ کر دیا کیونکہ ہم جو کچھ بیان کریں گے آپ سے فیض حاصل کر کے کریں گے اور ہم جس قدر معارف لوگوں پر ظاہر کریں گے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے طفیل کریں گے۔ پس چونکہ ہمارے معانی آپ کی شان کو بُلند کرنے والے ہوں گے اور وہ اس صداقت کا ایک زندہ نشان ہوں گے جو آپ نے ہمارے سامنے رکھی کہ قرآنِ کریم غیر محدود معارف کا خزانہ ہے اس لئے ان کے بیان کرنے میں نہ صرف کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے بیان کرنے سے اسلام اور احمدیت کی عظمت ظاہر ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ معنوں کے خلاف قرآنِ کریم کی کسی آیت کے کوئی اور معنے کرے تو ہم وہ معنے اسے نہیں کرنے دیں گے۔ بے شک بعض دفعہ انسان بجائے اپنا عقیدہ یا اپنا مذہب بیان کرنے کے دوسروں کے عقیدہ کو بھی اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا ہے مگر اس وقت وہ اس سے اپنی صداقت کا استدلال نہیں کرتا مگر یہاں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زور دیتے اور فرماتے ہیں کہ میری حضرت مسیحؑ سے ایک مشابہت یہ بھی ہے کہ ان سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام بطور ارہاص آئے جو شہید ہوئے اور مجھ سے پہلے حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی بطور ارہاص آئے جو شہید ہوئے۔ اس روایت کا ایک تو مَیں گواہ ہوں، ایک ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب گواہ ہیں اور ایک حافظ محمد ابراہیم صاحب گواہ ہیں اور

ہم تینوں کی یہ گواہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ سلسلۂ محمدیہ کی سلسلۂ موسویہ سے ایک مشابہت یہ بھی ہے کہ جس طرح وہاں حضرت یحییٰ شہید ہوئے اسی طرح یہاں سیّد احمد صاحب بریلوی شہید ہوئے۔ اب اس دلیل کو خطابیات میں کس طرح شمار کیا جاسکتا ہے۔ خطابیات کے لئے تو زبردست قرائن اور وجوہ چاہئیں اور اگر وہ قرائن اور وجوہ نہ پائے جائیں تو اسے خطابیات بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ شاید عام لوگ خطابیات کے معنے نہ سمجھتے ہوں اس لئے مَیں انہیں سمجھانے کے لئے بتا دیتا ہوں کہ خطابیات اسے کہا جاتا ہے کہ کسی دوسری قوم کے عقیدہ کو نقل کرلیا جائے اور کہا جائے کہ چونکہ تم فلاں بات اس طرح مانتے ہو اس لئے تم پر یہ حجت ہے اب اس تعریف کے ماتحت خود ہی غور کرو کہ یہ بات خطابیات میں کس طرح شمار کی جاسکتی ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جس طرح حضرت یحییٰ شہید ہوئے جو حضرت مسیح سے پہلے ان کی خبر دینے کے لئے آئے اسی طرح حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی شہید کئے گئے جو مجھ سے پہلے آپ کی بعثت کی خبر دینے کے لئے آئے۔ اب اگر یہ بات خطابیات میں سے ہے تو یہ کس پر حُجت ہوسکتی ہے؟ کیا غیر احمدی حضرت سیّد احمد بریلوی کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مثیل مانتے ہیں یا عیسائی ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مثیل مانتے ہیں؟ جو بات خطابیات میں سے ہو وہ تو وہ دلیل ہؤا کرتی ہے جو غیر قوموں کے لئے حجت ہو۔ مثلاً اگر ہم کہیں کہ انجیل میں یوں لکھا ہے تو یہ امر عیسائیوں پر تو حُجت ہوسکتا ہے مگر ایک مسلمان پر کس طرح حُجت ہوسکتا ہے جبکہ وہ انجیل کو الہامی کتاب مانتا ہی نہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لو انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصری نے شراب پی۔ اب اس بناء پر ہم عیسائیوں کو تو ملزم کرسکتے ہیں مگر کیا ہم مسلمانوں کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ اے مسلمانو! حضرت مسیحؑ نے شراب پی تھی اور جب ہم پر اعتراض ہو تو ہم کہہ دیں یہ خطابیات میں سے تھا۔ جب ہم مسلمانوں کے سامنے مسیحؑ کے ایسے واقعات پیش کریں گے جن کو وہ نہیں مانتے تو وہ خطابیات نہیں کہلائیں گے بلکہ ایسے حقائق کہلائیں گے جن کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ غرض خطابیات وہی باتیں ہوتی ہیں جہاں ایسے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہو جن پر ان باتوں کی وجہ سے اتمام حُجت ہوسکتا ہو مگر جب اپنی جماعت کے سامنے کسی بات کا ذکر ہو رہا ہو اور دوسری کسی قوم پر وہ بات حُجت بھی نہ ہو تو اُسے خطابیات میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

خطابیہ کے معنے اپنے مخاطب کے عقیدہ کے بیان کو اس پر حجت کرنے کی غرض سے بیان کرنے کے ہیں مگر اپنی جماعت کو چُپ کرانا تو مدِّ نظر نہیں ہوتا۔ اپنی جماعت کو تو ہدایت دینا مدِّ نظر ہوتا ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ہم کوئی دلیل دے کر ایک عیسائی کو چُپ کرا دیں یا ایک یہودی کو چُپ کرا دیں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ انجیل کا حوالہ دے کر اپنی جماعت سے کوئی بات منوانے اور اسے چپ کرانے کی کوشش کریں۔ غرض اگر ہم غیروں کی کتب سے کوئی ایسا استدلال کریں گے جس سے ہم ان پر حجت نہیں کرتے بلکہ اپنی قوم یا اس قوم کے سوا دوسری کسی اَور قوم کو کوئی علم دیتے ہیں تو ہمارا ایسا استدلال خطابیات میں شمار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ استدلال جس کتاب سے کیا گیا ہے دلیل بھی اسی کے ماننے والوں کے خلاف ہے تو پھر قرائن اگر موجود ہوں تو وہ خطابیات میں سے کہلا سکتا ہے۔'' (الفضل ۳؍ستمبر ۱۹۳۸ء)

۱؎ الحجرات: ۳

۲؎ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۱۴ھ

۳؎ ابو داؤد کتاب الملاحم باب خبر ابن الصائد

۴؎ الانعام: ۲۲

۵؎ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۹

۶؎

۷؎ خَبرے: شاید۔ کیا پتہ

۸؎ الانعام: ۹۲ ۹؎ الحاقۃ: ۴۵ ۱۰؎ مریم: ۱۶

۱۱؎ مریم: ۳۴ ۱۲؎ الانعام: ۵۵ ۱۳؎ النحل: ۳۳

۱۴؎ طٰہٰ: ۴۸ ۱۵؎ المائدۃ: ۱۷

۱۶؎ الفضل ۲۷؍اگست

۱۷؎ البقرۃ: ۶۲

۱۸؎، ۱۹؎ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۴۸۰، ۴۸۱ (مفہوماً)

۲۰؎ ال عمران: ۱۱۳

۲۱ بخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءة للامام (الخ) میں یہ الفاظ ہیں'' لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ ''

۲۲ البقرة:۲۵۵ ۲۳ الحجرات:۱۴

۲۴ بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل

۲۵ الاحزاب :۶۳

۲۶ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرة:۲۵۶)

۲۷ بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ عزّوجلّ و لقد ارسلنا نوحاً الٰی قومهٖ

۲۸ مسلم کتاب الایمان باب معرفة طریق الرؤیة

۲۹ یہ شہادات الفضل ۳؍ستمبر اور ۱۱؍نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئیں۔